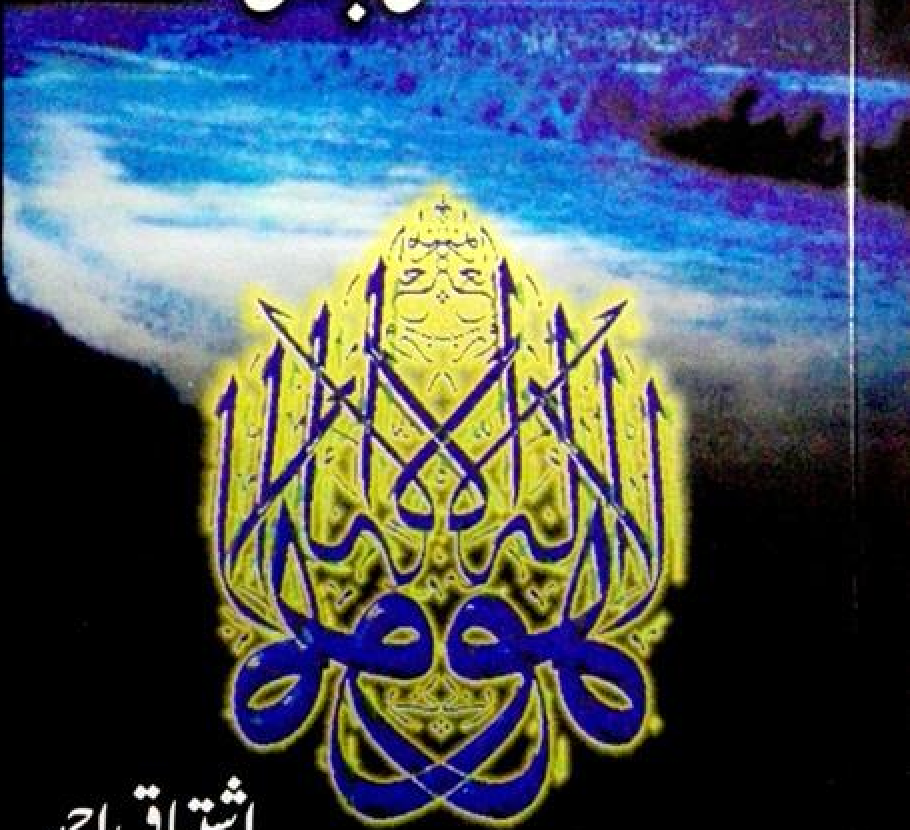
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

کی باتیں



اشتیاق احمد

ابوبکر صدیقؓ

کی باتیں

اشتیاق احمد

نواب سنز پبلی کیشنز

اقبال روڈ، کمیٹی چوک راولپنڈی

PUBLICATIONS

ناشر: اعجاز احمد نواب
نام کتاب: ابوبکر صدیقؓ کی باتیں
مصنف: اشتیاق احمد
سرورق: designer dot com
سال اشاعت: 2001

Rs. 40.00

ڈسٹری بیوٹر:

اشرف بک ایجنسی

اقبال روڈ، کمیٹی چوک، راولپنڈی۔ فون: 5531610

دو باتیں

رسول ﷺ کی باتیں اور ریڈیو سے چاند تک کے بعد صدیقؓ کی باتیں آپ کے ہاتھ میں ہے۔ رسولؐ کی باتیں پڑھنے والے یہ بات جان چکے ہیں کہ واقعی یہ سلسلہ ناولوں سے زیادہ دلچسپ ہے، بچوں اور بڑوں کے لیے اسلامی تاریخ کو آج تک اس انداز میں کسی نے پیش نہیں کیا، پانچ پانچ اور چھ چھ سو صفحات والی باریک کتابت اور بڑے سائز کی کتابوں میں سے صرف واقعات کو چن کر اور انہیں دلچسپ پیرائے میں ترتیب دے کر کتاب بنا دینا ایک بالکل نیا تجربہ ہے اور اس تجربے میں مجھے خدا کی مہربانی سے حد درجے کامیابی حاصل ہوئی ہے، رسولؐ کی باتیں کا خوش گوار استقبال کیا گیا۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ تمام حضرات جو میرے جاسوسی ناول پڑھنے کے شائق ہیں، دین سے

بے بہرہ نہیں ہیں' اسلام سے بے تعلق نہیں ہیں' خدا خدا کے رسولؐ اور ان کے صحابہ کرام کی محبت سے عاری نہیں انہوں نے رسولؐ کی باتیں پڑھی اور اسے حد درجے دلچسپ پایا جس کا اظہار ان گنت خطوط کی صورت میں کیا گیا' چند خطوط ناولوں کے آخر میں شائع کیے جا رہے ہیں۔

امید ہے صدیقؓ کی باتوں کا استقبال بھی اسی والہانہ جوش و خروش سے ہو گا۔

اشتیاق احمد

☆☆☆

ننھی سی بچی نے آپؓ کا دامن پکڑتے ہوئے اور آنکھوں میں آنسو لاتے ہوئے کہا۔

''اب آپؓ مسلمانوں کے خلیفہ مقرر ہو گئے ہیں' ہماری بکریوں کا دودھ کون دوہا کرے گا۔''

''میری پیاری بیٹی! تمہاری بکریوں کا دودھ اب بھی میں ہی دوہا کروں گا' میں خلیفہ بن گیا تو کیا ہوا' خلافت مجھے خدمت خلق سے باز ہرگز نہ رکھ سکے گی۔''

یہ کہتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ صدیق نے بچی کو ہاتھ میں اٹھا کر پیار کیا اور وہ خوش خوش چلی گئی۔

☆☆☆

مدینے میں ایک بوڑھی عورت رہتی تھی' حضرت عمرؓ روزانہ صبح سویرے اس کی خبر گیری کے لیے جایا کرتے تھے تاکہ اس کا کام کاج کر دیں' لیکن کوئی ان سے پہلے ہی بڑھیا کا کام کر کے چلا جاتا' ایک دن حضرت عمرؓ نے پکا ارادہ کر لیا کہ اس شخص کا پتا لگا کر رہیں گے' ابھی رات کا پچھلا پہر باقی تھا کہ حضرت عمرؓ بڑھیا کی جھونپڑی کے قریب چھپ کر بیٹھ گئے' تھوڑی دیر بعد کیا دیکھتے ہیں کہ ابوبکرؓ صدیق چلے آ رہے ہیں' انہوں نے دل میں کہا۔

''ابوبکرؓ یقیناً یہ کام تمہارے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔''

چنانچہ ان کے دیکھتے ہی دیکھتے حضرت ابوبکرؓ نے بڑھیا کا سارا کام کاج کیا اور چلے گئے۔

☆☆☆

حضرت ابوبکرؓ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد مسلمانوں کے خلیفہ مقرر ہوئے' خلیفہ بننے کے بعد بھی وہ کندھے پر کپڑے کے تھان رکھ کر فروخت کرنے کے لیے نکل جاتے' حضرت عمرؓ نے انہیں تھان کندھے پر رکھے جاتے دیکھا تو بولے۔

''اے خلیفہ رسولؐ یہ کیا؟''

''وہی جو میرا پیشہ ہے'' انہوں نے جواب میں فرمایا۔

''لیکن اب آپ کو یہ کام نہیں کرنا چاہیے' اب آپ خلیفہ بن چکے ہیں''

''اگر میں کام نہیں کروں گا تو بچوں کو کہاں سے کھلاؤں گا۔'' آپؓ نے فرمایا۔

اس پر حضرت عمرؓ نے بڑے بڑے صحابہ کو جمع کیا' اور یہ مسئلہ ان کے سامنے رکھا' طے یہ پایا کہ انہیں بیت المال سے ڈیڑھ ہزار روپے سالانہ تنخواہ دی جائے' تاکہ وہ اپنا زیادہ تر وقت مسلمانوں کے کاموں میں صرف کر سکیں' وفات کے وقت آپؓ نے وصیت کی کہ میری فلاں زمین فروخت کر کے' وہ تمام رقم جو دوران خلافت میں نے بیت المال سے وصول کی' واپس کر دی جائے' شاید ان کا یہ خیال تھا کہ جو رقم انہوں نے وصول کی ہے اس کے مطابق قوم کی خدمت نہیں کر سکے' حضرت عمرؓ نے یہ وصیت سن کر فرمایا۔

''ابوبکرؓ نے اپنے بعد آنے والے خلفاء پر بہت بڑی ذمے داری ڈال دی ہے۔''

بیت المال سے ملنے والی یہ تنخواہ اس قدر کم تھی' کہ بمشکل گزر اوقات ہوتی تھی' ایک مہینے آپ کی اہل خانہ نے کسی ضرورت کے تحت ماہوار تنخواہ میں سے نہایت کفایت شعاری سے کام لیتے ہوئے چند پیسے بچا لیے اور آپؓ سے ان کے خرچ کی اجازت مانگی' آپؓ نے وہ پیسے فوراً بیت المال میں جمع کرا دیے' اور آئندہ کے لیے تنخواہ میں سے اتنے ہی پیسے لیے کہ اس ذریعے سے کہ اتنے کم

پیسوں میں بھی گزارا ہو سکتا ہے۔

☆☆☆

رسول مقبول ﷺ زیادہ بیمار ہوئے تو حضرت بلالؓ نماز کے لیے عرض کرنے آئے' آپؐ نے فرمایا' ابوبکرؓ سے کہو وہ نماز پڑھائیں' اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا' وہ بہت نرم دل ہیں' برداشت نہ کر سکیں گے' اگر آپ عمرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیں تو بہتر ہوگا' آپؐ نے یہ سن کر پھر فرمایا' ابوبکرؓ سے کہو' وہ نماز پڑھائیں' چنانچہ آپؓ نے نماز پڑھائی۔

ایک دن ابوبکرؓ مدینے سے باہر تشریف لے گئے کہ نماز کا وقت ہو گیا' حضرت بلالؓ نے ابوبکرؓ کو نہ پا کر حضرت عمرؓ کو نماز پڑھانے کے لیے کہا' حضرت عمرؓ بلند آواز تھے' انہوں نے تکبیر کہی تو ان کی آواز حضرت عائشہؓ کے حجرے میں رسول اللہؐ کے کانوں تک پہنچ گئی' آپؐ نے فرمایا۔ ''ابوبکرؓ کہاں ہیں ۔اللہ اور مسلمان یہ بات پسند کرتے ہیں کہ ابوبکرؓ نماز پڑھائیں۔''

وفات سے پہلے آپؐ نے فرمایا۔ میں نے اپنے صحابہ میں سے ابوبکرؓ سے افضل کسی کو نہیں پایا یہ بھی فرمایا مسجد میں لوگوں کے جس قدر دروازے ہیں' بند کر دیے جائیں' سوائے ابوبکرؓ کے دروازے کے۔ وفات کے دن آپ ﷺ حضرت علیؓ اور فضل بن عباسؓ کا سہارا لیے مسجد میں تشریف لائے' اس وقت حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھا رہے تھے' انہوں نے نماز کی حالت میں ہی پیچھے ہٹنا چاہا'

تاکہ آپؐ نماز پڑھا سکیں' لیکن رسول مقبولؐ نے انہیں اپنی جگہ کھڑے رہنے اور نماز پڑھانے کا اشارہ کیا' پھر آپؐ حضرت ابوبکرؓ کے بائیں جانب بیٹھ گئے اور بیٹھے بیٹھے نماز پڑھی۔

مکے سے ہجرت کے وقت غار ثور میں پناہ لینا پڑی' اس وقت حضرت ابوبکرؓ ہی آپ کے ساتھ تھے' انہوں نے غار میں داخل ہو کر پہلے غار کو اچھی طرح صاف کیا' تب رسول کریمؐ اندر تشریف لے گئے' غار میں ان گنت سوراخ تھے' ان سوراخوں کو آپؓ نے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر بند کیا' پھر بھی ایک سوراخ رہ ہی گیا' اور اسے آپؓ نے اپنے پاؤں کے انگوٹھے سے بند کیا' آنحضورؐ آپؓ کے زانو پر سر رکھے سو رہے تھے کہ ایک سانپ نے آپؓ کے انگوٹھے پر کاٹ لیا' سانپ کے کاٹے کی تکلیف ناقابل برداشت تھی' پھر بھی آپؓ نے رسول مقبولؐ کو جگانا مناسب نہ سمجھا' لیکن ان کا آنسو آپؐ کی پیشانی پر گر گیا جس سے آپؐ کی آنکھ کھل گئی' آپ نے اپنا لعاب دہن حضرت ابوبکرؓ کے انگوٹھے پر لگایا تو تکلیف یکسر غائب ہو گئی اور انہوں نے محسوس کیا' جیسے سانپ نے کاٹا ہی نہیں تھا۔

اسی طرح مکے میں جانثاری کے بے شمار واقعات ملتے ہیں' حضرت ابوبکرؓ نے نبی کریمؐ کو بچانے کے لیے ہمیشہ اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا' ایک مرتبہ چند کفار ایک چادر سے آپؐ کا گلا گھونٹنے لگے' اتنے میں ابوبکرؓ ادھر تشریف لے آئے' آپؐ کو کفار کے نرغے سے چھڑایا اور ان سے کہا تم ایک شخص کو صرف اس

لیے قتل کر ڈالنا چاہتے ہو کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے' یہ وہ دن تھا جب رسول کریمؐ کو کافروں کے ہاتھوں سخت تکلیف پہنچی' پھر کافروں نے آپؓ کو گھیر لیا اور اتنا مارا' اتنا مارا کہ بے ہوش ہو گئے۔

جنگ احد کے روز جب مسلمان فتح کے بعد مال غنیمت لوٹنے میں مصروف ہو گئے اور کافروں نے گھاٹی کی طرف سے دوبارہ حملہ کر کے وقتی طور پر انہیں شکست سے دوچار کر دیا تو جن جانثار صحابہ نے آپؐ کو بچانے کے لیے اپنے حلقے میں لے لیا اور جان توڑ کر کافروں کا مقابلہ کیا ان میں حضرت ابوبکرؓ بھی شامل تھے اور بہادری میں کسی سے پیچھے نہ رہے' غرض تمام غزاوات میں حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہ ﷺ کے دوش بدوش حصہ لیا۔

اللہ کے آخری نبیؐ نے اس دنیا سے رحلت فرمائی تو مسلمانوں پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا' ان کی حالت دیوانوں کی سی ہو گئی' حضرت عمرؓ کا تو یہ عالم ہوا کہ ننگی تلوار لے کر مسجد میں کھڑے ہو گئے اور بلند آواز میں کہنا شروع کیا' جو شخص یہ کہے گا کہ رسولؐ اللہ فوت ہو گئے ہیں اس تلوار سے اس کا سر اڑا دوں گا' آپؐ ہرگز فوت نہیں ہوئے بلکہ اپنے ربّ کے حضور تشریف لے گئے ہیں اسی طرح جس طرح حضرت موسیٰؑ تشریف لے گئے تھے اور چالیس رات غیر حاضر رہنے کے بعد واپس اپنی قوم میں آ گئے تھے' رسول اللہ ﷺ بھی یقیناً واپس آئیں گے اور منافقین کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے۔

حضرت ابوبکرؓ نے ان کے یہ الفاظ سنے تو آ کر آپؓ کو سمجھایا اور تمام لوگوں سے کہا...... اے لوگو! جو شخص محمدؐ کو پوجتا تھا' اسے معلوم ہونا چاہیے کہ محمدؐ تو فوت ہو گئے' لیکن جو شخص اللہ کی عبادت کرتا ہے تو اللہ یقیناً زندہ ہے اور اس پر کبھی موت نہیں آئے گی۔

آنحضورﷺ کی نعش دیکھ کر آپؓ آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور کہنے لگے۔ کیا ہی بابرکت زندگی تھی' آپؐ کی اور کیا ہی پاکیزہ ہے آپؐ کی موت۔

☆☆☆

خلیفہ بننے کے بعد آپؓ نے مسلمانوں کو جو پہلا خطبہ دیا' اس کے الفاظ آج بھی کانوں میں گونجتے سنائی دیتے' آپ نے فرمایا۔

''اے لوگو...... میں تمہارا حاکم بنایا گیا ہوں' لیکن میں تم سے بہتر نہیں' اگر میں نیک کام کروں تو اس میں میری مدد کرو اور اگر برا کام کروں تو مجھے ٹوکو' سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت' تم میں سے کمزور ترین شخص میرے نزدیک طاقت ور ہے' جب تک میں اس کا حق نہ دلا دوں اور تم میں سے طاقت ور ترین آدمی میرے نزدیک کمزور ہے جب تک کہ اس کے ذمے جو حق ہے وہ اس سے نہ لے لوں' جو قوم جہاد ترک کر دیتی ہے اس پر اللہ ذلت طاری کر دیتا ہے اور اگر کسی قوم میں بے حیائی پھیل جاتی ہے تو اللہ اس پر بلائیں اور عذاب عام کر دیتا ہے' تم اس وقت تک میری اطاعت کرنا جب تک میں رسولؐ کی اطاعت کروں' لیکن اگر مجھ

سے کوئی ایسا کام سرزد ہو جائے' جس سے اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی ظاہر ہوتی تو پھر تم پر میری اطاعت واجب نہیں۔

لوگو......! میں خلیفہ بننے کا خواہش مند نہیں تھا اور نہ میں نے کبھی اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی' میں اس بوجھ کو اٹھانے کے لیے صرف اس لیے تیار ہوا ہوں کہ فساد نہ ہو' مجھے اس امارت میں کوئی راحت محسوس نہیں ہوئی' یہ تو ایک ایسا بوجھ مجھ پر ڈالا گیا ہے جسے برداشت کرنے کی میں اپنے اندر تاب نہ پاتا اور اللہ کی مدد کے بغیر میں اس میں کامیاب نہیں ہو سکتا' کاش میری جگہ کوئی اور شخص ہوتا جو اس بوجھ کو اٹھانے کی مجھ سے زیادہ طاقت رکھتا' اب نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ' اللہ تم پر رحم کرے۔

☆☆☆

آنحضورﷺ وفات پا چکے تھے' حضرت ابوبکرؓ صدیق' حضرت علیؓ او دوسرے بڑے بڑے صحابہ آپ کے کفن دفن کے انتظامات میں مصروف تھے اور ادھر انصار کے دو بڑے قبیلے اوس اور خزرج وادی سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے تاکہ یہ فیصلہ کر سکیں کہ رسول کریمؐ کے بعد ان میں سے خلیفہ کسے بننا چاہیے' کیونکہ ان کا خیال تھا کہ مہاجرین سے زیادہ خلیفہ بننے کا حق ان کا ہے' انہوں نے مہاجرین کو پناہ دی' اپنے گھر دیئے' سامان دیا' دین میں مدد کی' اس لیے خلافت ان کے کسی آدمی کو ملنی چاہیے' ان دو قبیلوں میں سے ایک کا سردار سعد بن عبادہ تھا

' جو اس وقت بیمار تھا' قبیلے والے اسے بیماری کی حالت میں ہی لے آئے' اس نے تقریر شروع کی' لیکن چونکہ بیمار تھا' آواز بلند نہیں تھی' اس لیے اس کا لڑکا آواز دوسروں تک پہنچاتا گیا' اس کے مختصر الفاظ یہ تھے۔

''اے انصار! تمہاری تلواروں نے اسلام کی فتح کے دن کو قریب سے قریب تر کر دیا' اب رسول اللہؐ وفات پا چکے ہیں' وہ عمر بھر تم سے خوش رہے' تم ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھے' اب تم خلافت اپنے ہاتھ میں لے لو' کیونکہ تمہارے سوا خلافت کا حق دار کوئی اور نہیں۔''

حاضرین نے سعد بن عبادہ کی باتوں کو غور سے سنا اور آپس میں مشورہ کرنے کے بعد جواب دیا'' آپ نے جو کچھ کہا' بالکل سچ کہا' ہم آپ کی رائے سے اختلاف نہیں کریں گے' خلافت کا کام ہم آپ ہی کے سپرد کرتے ہیں کیونکہ آپ ہی اس کے مستحق ہیں اور عبادت گزار بندے ہیں۔''

وہ لوگ سعد بن عبادہ کی خلافت تسلیم کرنے والے ہی تھے اور بیعت (ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اقرار کرنا) کرنے کے لیے اٹھنے ہی لگے تھے کہ ایک شخص بول پڑا۔

''اگر مہاجرین نے ہماری بیعت سے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم مہاجرین ہیں' رسول اللہؐ کے سب سے پہلے صحابہ میں سے ہیں' آپ کے اہل خاندان ہیں' اس لیے خلافت کا حق ہمارا ہے تو کیا ہوگا۔''

اس شخص کے الفاظ نے سناٹا طاری کر دیا اور کوئی بھی اس سوال کا جواب نہ دے سکا آخر بہت غور کے بعد ایک نے کہا۔

''اس وقت ہم ان سے کہیں گے' کہ اگر ایسا ہے تو ایک امیر ہم میں سے ہو جائے اور دوسرا تم میں سے۔''

ادھر یہ گرما گرم بحث ہو رہی تھی' ادھر حضرت عمرؓ بن خطاب' ابو عبیدہؓ بن جراح...... اور دوسرے بڑے بڑے صحابہ مسجدِ نبویؐ میں رسول اللہؐ کی وفات کے عظیم سانحے کا ذکر کر رہے تھے' حضرت ابو بکرؓ ' حضرت علیؓ اور دوسرے اہل بیت رسول اللہ ﷺ کی تجہیز و تکفین کے انتظامات میں مصروف تھے' جب حضرت عمرؓ کو آپ کی وفات کا مکمل یقین ہو گیا تو انہوں نے بھی خلافت کے بارے میں غور کرنا شروع کر دیا تھا' ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ انصار پہلے ہی اس مسئلے پر بات کرنے کے لیے جمع ہو چکے ہیں' ایسے میں حضرت عمرؓ نے ابو عبیدہؓ سے کہا۔

''اپنا ہاتھ بڑھایئے' تاکہ میں آپ کی بیعت کروں' کیونکہ رسول اللہ کی زبان مبارک سے آپ کو امت کے امین کا لقب مل چکا ہے۔'' یہ سن کر ابو عبیدہؓ نے کہا۔

''عمرؓ! تمہارے اسلام لانے کے بعد پہلی بار میں نے تمہارے منہ سے ایسی بے تکی بات سنی ہے' کیا تم میری بیعت کرو گے جب کہ ہم میں وہ شخص موجود

ہے جسے خدا کی طرف سے صاحب رسول کا خطاب اور رسول اللہؐ کی طرف سے صدیق کا لقب مل چکا ہے۔''

یہ دونوں ان باتوں میں مشغول تھے کہ انہیں سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کے جمع ہونے کی اطلاع ملی' اس پر حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو بلا بھیجا جو ت عائشہ کے حجرے میں انتظامات میں مصروف تھے' حضرت ابو بکرؓ نے جواب میں کہلایا۔

''میں مشغول ہوں' اس وقت' باہر نہیں آ سکتا۔''

حضرت عمرؓ نے دوبارہ پیغام بھیجا کہ ایک ایسا واقعہ پیش آ گیا ہے کہ آپ کا فوری طور پر آنا بہت ضروری ہے' اس پر ابو بکرؓ باہر تشریف لائے' اور بولے۔

''رسول اللہؐ کی تجہیز و تکفین سے زیادہ اس وقت اور کون سا کام ضروری ہے جس کے لیے تم نے مجھے بلایا ہے؟''

''آپ کو پتا بھی ہے' انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہیں اور یہ ارادہ کر چکے ہیں کہ سعد بن عبادہ کو خلیفہ بنا دیں' ان میں سے ایک شخص نے یہ بھی کہا ہے کہ ایک ا:بر ان میں سے ہو اور ایک امیر ہم میں سے۔''

یہ سن بو بکرؓ فوراً حضرت عمرؓ کے ساتھ سقیفہ کی طرف چل پڑے' ابو عبیدہ بن جراح بھی ساتھ تھے' انصار نے ان تینوں کو آتے دیکھا تو بہت پریشان ہوئے ' حضرت عمرؓ تقریر کرنے کے لیے کھڑے ہونے لگے' تو حضرت ابو بکرؓ بولے۔

''ذرا ٹھہرو......! مجھے بات کر لینے دو۔''

دراصل ابوبکرؓ کو ڈر تھا کہ کہیں عمرؓ تیزی میں نہ آ جائیں اور وہ موقع تیزی اور سختی کا نہیں تھا بلکہ نرمی سے کام لینے کا تھا۔ عمرؓ اسلام میں ان کی بزرگی کا خیال کرتے ہوئے بیٹھ گئے اور ابوبکرؓ تقریر کرنے کے لیے کھڑے ہوئے' آپؓ نے فرمایا۔

''اے انصار......! تم وہ لوگ ہو جن کی فضیلت سے انکار نہیں کیا جا سکتا' اللہ نے تمہیں اپنے دین اور اپنے رسولؐ کا مددگار بنایا۔ رسولؐ اللہ نے تمہاری طرف ہجرت کی' سب سے پہلے مہاجرین کے بعد تمہارا ہی مرتبہ ہے' اس لیے ہم امیر ہوں گے اور تم وزیر' نہ تمہارے مشورے کے بغیر کوئی فیصلہ کیا جائے گا اور نہ تمہیں شریک کیے بغیر کوئی کام انجام دیا جائے گا۔''

اس کے بعد انصار کے ایک آدمی بشیر بن سعد نے بھی ان کی تائید میں تقریر کی اور پھر حضرت عمرؓ تقریر کرنے کے لیے اٹھے' ان کی تقریر کے خاص الفاظ یہ تھے کہ ایک میان میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں' یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک امیر تم میں سے ہو اور ایک امیر ہم میں سے۔

ان کی تقریر پر کچھ لے دے ہوئی' بحث اور تکرار بھی ہوئی' کچھ منافقوں نے جھگڑے کو طول دینا چاہا لیکن حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے سامنے ان کی چالاکی نہ چل سکی' حضرت عمرؓ نے بلند آواز میں کہا۔

''ابوبکرؓ اپنا ہاتھ بڑھائیے۔''

حضرت ابوبکرؓ نے ہاتھ بڑھایا تو حضرت عمرؓ نے فوراً آپ کی بیعت کر لی اور بلند آواز میں کہا۔

''ابوبکرؓ کیا آپ کو رسول اللہؐ نے حکم نہیں دیا تھا کہ آپ مسلمانوں کو نماز پڑھائیں' اس لیے آپ ہی مسلمانوں کے خلیفہ ہیں' ہم آپ کی بیعت اس لیے کرتے ہیں کہ آپ ہم سب سے زیادہ رسول اللہ کے محبوب تھے۔''

حضرت ابوعبیدہؓ نے بھی یہ کہتے ہوئے آپ کی بیعت کر لی۔

''آپ مہاجرین میں سب سے برتر ہیں' آپ غار میں رسول اللہؐ کے ساتھی تھے' رسول اللہؐ کی غیر حاضری میں آپ ہی نماز پڑھایا کرتے تھے' اس لیے آپ سے زیادہ کون شخص اس بات کا حق دار ہے' کہ اسے خلافت کی اہم ذمے داریاں سونپی جا سکیں۔''

ان دونوں حضرات کے بعد شیر بن سعد بھی جلدی سے آگے بڑھے اور بیعت کر لی' اس طرح دونوں قبیلے بیعت کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور اس جوش سے آگے بڑھے کہ سردار سعد بن عبادہ کو بھی اپنے پیروں تلے روندتے گئے' اس دن کے بعد پھر کبھی انصار کی طرف سے خلافت کی خواہش نہ کی گئی۔

اس روز اگر ابوبکرؓ وہاں نہ پہنچتے تو مسلمانوں میں وہ خونریزی ہوتی کہ ختم ہو کر رہ جاتے۔

سقیفہ سے مسلمان مسجد نبویؐ میں آئے' اس وقت شام ہو چکی تھی' دوسرے دن حضرت ابوبکرؓ مسجد نبویؐ کے منبر پر گئے اور عام مسلمانوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی' اسی موقعے پر آپ نے پہلا خطبہ دیا۔

☆☆☆

رسول اللہ ﷺ نے رومیوں کے مقابلے کے لیے ایک لشکر روانہ کیا تھا اور اس لشکر کے تین قائد مقرر فرمائے تھے جن کے نام زید بن حارثہؓ' جعفر بن ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہ تھے' یہ تینوں جنگ موتہ میں شہید ہو گئے' اسلامی لشکر کی تعداد رومیوں کے مقابلے میں بہت تھوڑی تھی' آٹے میں نمک کے برابر کہہ سکتے ہیں' ان تینوں سالاروں کی شہادت کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ نے مسلمانوں کو رومیوں کے گھیرے سے نکالا تھا اور بحفاظت واپس مدینہ تک لانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

رومیوں کے بڑھتے ہوئے خطرے کو دیکھتے ہوئے اور تینوں صحابہ کے خون کا انتقام لینے کے لیے رسول کریمؐ نے اپنی وفات سے پہلے ایک لشکر ترتیب دیا اور اس کا سالار اسامہ بن زید کو بنایا' یہ اسامہ بن زید انہی زید بن حارثہ کے بیٹے تھے جو جنگ موتہ میں شہید ہوئے' رسول کریمؐ نے جب انہیں سالار بنایا تو بڑے بڑے صحابہ کو بہت حیرت ہوئی کہ ان کے ہوتے ہوئے ایک بیس سالہ نوجوان کو لشکر کا امیر کیوں بنایا گیا' لیکن یہ رسول اللہ کا فیصلہ تھا دوسری طرف

اسامہ بن زیدؓ کو امیر بنانے کی بھی چند وجوہات تھیں ایک تو رسول کریمؐ یہ چاہتے تھے کہ چونکہ موتہ کی جنگ میں اسامہ کے والد شہید ہوئے ہیں اس لیے وہ اپنے والد کے خون کا بدلہ لینے کے لیے انتہائی جذبے سے کام لیں گے دوسرے اسامہ بچپن سے ہی رسول کریمؐ کو بہت پسند تھے' آپ کو ان سے اس قدر محبت تھی کہ صلح حدیبیہ سے اگلے سال جب آپ عمرہ کرنے کے لیے تشریف لے گئے تو حضرت اسامہؓ کو اپنی سواری کے پیچھے بٹھالیا اور اسی حالت میں مکے میں داخل ہوئے حضرت اسامہؓ بھی دلیری اور بہادری میں کسی سے کم نہ تھے' جنگ احد میں وہ بچے تھے اور میدان جنگ میں جانے کی اجازت نہ ملی تھی' جنگ صفین میں انہوں نے بہادری کے خوب جوہر دکھائے اور ثابت قدمی کا بے مثال مظاہرہ کیا۔

ان صفات کے باوجود کچھ لوگوں نے اسامہ کے سالار بنانے پر اعتراض کیا تھا' ان کا کہنا تھا کہ اسامہ سے رسول اللہؐ کی محبت اور ان کی بہادری کو ہم تسلیم کرتے ہیں لیکن ایسے لشکر کی سالاری جس میں ابوبکرؓ' عمرؓ اور دوسرے بڑے بڑے صحابہ شامل ہیں' ایک بچے کو سپرد کرنا مناسب نہیں۔ ان اعتراضات کی بھنک رسول اللہؐ کے کانوں میں عین اس وقت پڑی جب آپ شدید بیمار تھے' اس وقت اسامہ کا لشکر جوف کے مقام پر کوچ کی تیاریوں میں مصروف تھا یہ باتیں سن کر آپؐ نے اپنے اوپر پانی کی مشکیں ڈلوائیں' جس سے آپؐ کا بخار اتر گیا' آپؐ اسی وقت مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر چڑھ کر حمد وثناء اور احد کے شہداء

کے لیے دعا کے بعد فرمایا۔

''اے لوگو! اسامہ کے لشکر کو جانے دو' تم نے اس کی سالاری پر اعتراض کیا ہے اور اس سے پہلے تم اس کے والد کی امارت پر بھی اعتراض کر چکے ہو' اس کے باوجود وہ امارت کے قابل ہے اور اس کا باپ بھی امارت کے لائق تھا۔''

جب رسول اللہؐ کے مرض میں اضافہ ہوگیا تو اسامہ کا لشکر جوف میں ہی رک گیا، اسامہ بیان کرتے ہیں۔

''جب رسول اللہ کی بیماری بڑھ گئی تو میں اور میرے چند ساتھی مدینہ آئے' میں آپؐ کے پاس گیا۔ آپؐ اپنے ہاتھ اوپر اٹھاتے اور میرے کندھے پر رکھ دیتے' میں سمجھ گیا کہ آپؐ میرے لیے دعا فرما رہے ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے روز صبح سویرے اسامہؓ نے آپؐ سے کوچ کی اجازت مانگی' آپؐ نے اجازت دے دی' لیکن کچھ ہی دیر بعد آپؐ کی وفات ہوگئی اور اسامہ اپنے لشکر کو لے کر جوف سے مدینے آگئے' رسول اللہؐ کی تجہیز و تکفین میں اسامہ اہل بیعت کے ساتھ شریک رہے۔

حضرت ابوبکرؓ نے بیعت کے بعد جب اسامہؓ کو کوچ کا حکم دیا تو اعتراض کرنے والے ایک بار پھر حرکت میں آگئے' انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا۔

''اس نازک وقت میں جب کہ ہر طرف بغاوت کے شعلے بھڑک رہے

ہیں' کچھ قبیلوں نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا ہے اور کچھ لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے' ایسے میں لشکر کو رومیوں کے مقابلے میں روانہ کرنا مناسب نہ ہوگا' مدینے میں بہت کم لوگ رہ جائیں گے' ایسا نہ ہو کہ باغی مدینے پر حملہ کر دیں اور مدینہ ان کے قبضے میں چلا جائے۔'' آپ نے یہ الفاظ سن کر نہایت ثابت قدمی اور پرعزم لہجے میں فرمایا۔

''مجھے اس ذات کی قسم ہے' جس کے قبضے میں میری جان ہے' اگر مجھے یہ یقین ہو جائے کہ اسامہؓ کے جانے کے بعد مدینے میں ایک آدمی بھی نہ بچے گا اور جنگل کے درندے مجھے اٹھا کر لے جائیں گے تو بھی میں اسامہ کے اس لشکر کو روانہ ہونے سے نہیں روک سکتا ہے جسے رسول اللہؐ نے روانہ ہونے کا حکم دیا تھا۔''

حضرت اسامہؓ نے جب یہ دیکھا کہ ان کے خلاف لوگ باتیں کر رہے ہیں تو انہوں نے حضرت عمرؓ سے کہا۔

''آپ مسلمانوں کے خلیفہ کے پاس جائیے اور ان سے کہیے کہ لشکر کی روانگی کا حکم منسوخ کریں تاکہ بڑھتے ہوئے فتنوں کے مقابلے میں یہ لشکر کام آئے اور نبوت کا دعویٰ کرنے والوں سے مدینے کا بچاؤ کیا جا سکے۔''

ادھر انصار نے بھی حضرت عمرؓ سے کہا۔

''اگر حضرت ابوبکرؓ لشکر کو روانہ ہی کرنا چاہتے ہیں تو ہماری طرف سے

ان کی خدمت میں یہ درخواست کردیں کہ وہ کسی ایسے آدمی کو لشکر کا سردار مقرر فرمائیں جو عمر میں اسامہ سے بڑا ہو۔"

عمرؓ نے ان کی باتیں سنیں اور ان کا پیغام لے کر حضرت ابوبکرؓ کی طرف چلے اور جا کر یہی الفاظ دہرائے۔

حضرت ابوبکرؓ فوراً بولے۔

"اگر جنگل کے کتے اور بھیڑیے مدینے میں داخل ہو جائیں اور مجھے اٹھا کر لے جائیں تو بھی میں وہ کرنے سے باز نہیں رہوں گا' جسے رسول اللہؐ نے کرنے کا حکم دیا تھا اور اے ابن خطابؓ......! اسامہؓ کو رسول اللہؐ نے امیر مقرر فرمایا تھا اور تم کہتے ہو میں اسے اس عہدے سے ہٹا دوں۔"

حضرت عمرؓ شرمندہ ہو کر واپس چلے آئے' لوگوں نے ان سے پوچھا۔

"اے عمر......! ابوبکرؓ نے کیا جواب دیا۔" حضرت عمرؓ نے غصے میں آ کر کہا۔

"میرے پاس سے فوراً چلے جاؤ' محض تمہاری بدولت مجھے خلیفہ رسول اللہؐ سے جھڑکیاں کھانا پڑی ہیں۔"

اس سے ثابت ہوتا ہے' حضرت ابوبکرؓ رسول اللہؐ کے احکامات سے بال برابر بھی ادھر ادھر ہونا پسند نہیں کرتے تھے۔

لشکر کی روانگی کے وقت آپؓ نے فرمایا۔

"مدینے کا کوئی شخص بھی جو اس لشکر میں شامل تھا' پیچھے نہ رہے' بلکہ مدینے سے نکل کر جوف کے مقام پر پہنچ جائے۔ اے لوگو......! میں تمہاری طرح ایک انسان ہوں' میں نہیں جانتا تھا کہ تم مجھ پر وہ بوجھ رکھ دو گے' جس کے اٹھانے کی طاقت صرف رسول اللہؐ میں تھی' اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں میں سے رسول اللہؐ کو منتخب فرمایا تھا اور تمام آفات سے آپؐ کو محفوظ رکھا تھا' میں تو صرف آپؐ کی پیروی کرنے والا ہوں' کوئی نئی چیز تمہارے سامنے پیش کرنے والا نہیں' اگر میں سیدھا رہوں' میرا ساتھ دو' اگر غلط چلوں تو مجھے سیدھا کر دو۔"

آپؓ نے رسول اللہؐ کی پیروی اس حد تک کی کہ صحابہ میں سے کوئی ان کی گرد کو بھی نہ پہنچ سکا۔

☆☆☆

جوف میں روانگی کی تیاریاں ہو رہی تھیں کہ حضرت ابوبکرؓ بھی وہاں پہنچ گئے اور اپنے سامنے لشکر کو روانہ کیا' اس وقت لوگوں نے یہ حیرت انگیز منظر دیکھا کہ حضرت اسامہؓ گھوڑے پر سوار ہیں اور خلیفہ رسول اللہؐ ان کے ساتھ ساتھ پیدل چل رہے ہیں اور یہ اس لیے تھا کہ لوگوں کے دلوں میں اسامہ کی عزت کا جذبہ پیدا ہو اور آئندہ اپنے سردار کے تمام احکامات کی تعمیل بے چوں و چرا کریں۔

حضرت اسامہؓ کو بہت شرم آئی کہ وہ تو گھوڑے پر سوار ہیں اور رسول

اللہ کے سب سے محبوب ساتھی' یار غار اور مسلمانوں کے پہلے خلیفہ اور سب سے زیادہ قابل تعظیم شخص بڑھاپے کے باوجود پیدل چل رہے ہیں' انہوں نے کہا۔

''اے خلیفہ رسولؐ......! یا تو آپ بھی سوار ہو جایئے یا میں اتر پڑتا ہوں۔''

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔

''خدا کی قسم......! نہ تو اترو گے اور نہ میں سوار ہوں گا' کیا ہوا' اگر میں نے ایک گھڑی اپنے پاؤں اللہ کی راہ میں غبار آلود کر لیے۔''

لشکر کی روانگی کے وقت آپ نے حضرت اسامہؓ سے یہ بھی کہا۔

''اگر تم چاہو تو میری مدد کے لیے عمرؓ کو چھوڑتے جاؤ۔''

اسامہؓ نے بڑی خوشی سے عمرؓ کو ابوبکرؓ کے ساتھ واپس جانے کی اجازت دے دی' لشکر کو آپ نے چند نصیحتیں بھی فرمائیں' جو یہ ہیں۔

''اے لوگو! ٹھہر جاؤ' میں تمہیں دس نصیحتیں کرتا ہوں' انہیں یاد رکھنا' خیانت نہ کرنا' بدعہدی نہ کرنا' چوری نہ کرنا' مقتولوں کے اعضا نہ کاٹنا' بچے بوڑھے اور عورت کو قتل نہ کرنا' کھجور کے درخت نہ کاٹنا نہ جلانا' پھل والے درخت نہ کاٹنا' کسی بھیڑ' گائے یا اونٹ کو سوائے کھانے کے ذبح نہ کرنا' تم ایسے لوگوں کے پاس سے گزرو گے' جنہوں نے اپنے آپ کو گرجاؤں میں عبادت کے لیے وقف کر دیا ہے اور وہ رات دن ان میں بیٹھے عبادت کرتے رہیں تم انہیں

ان کے حال پر چھوڑ دینا' تم ایسے لوگوں کے پاس پہنچو گے جو تمہارے لیے برتنوں میں مختلف کھانے لائیں گے' جب بھی کھانا شروع کرنا' اس پر اللہ کا نام ضرور لیا کرنا' تم ایسے لوگوں سے ملو گے' جنہوں نے اپنے سر کا درمیانی حصہ تو منڈوا دیا ہوگا' اور چاروں طرف بڑی بڑی لٹیں لٹکتی ہوں گی' انہیں تلوار سے قتل کر ڈالنا' اپنی حفاظت اللہ کے نام سے کرنا' اللہ تمہیں شکست اور وبا سے محفوظ رکھے۔''

اسامہؓ کو یہ نصیحت کی۔

''رسول اللہؐ نے تمہیں جو کچھ کرنے کا حکم دیا تھا وہ سب کچھ کرنا' جنگ کی ابتدا قضاعہ (جگہ کا نام)' سے کرنا۔ اس کے بعد آبل (ایک جگہ کا نام) جانا اور رسولؐ اللہ کے احکامات کو پورا کرنے میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہ کرنا۔''

اسامہؓ شام کی طرف روانہ ہوئے' مئی کا مہینہ تھا' سخت گرمی کے دن تھے' لشکر تپتے ہوئے صحراؤں اور جنگلوں کو عبور کرتا بیس روز بعد بلقا پہنچا' بلقا کے قریب ہی جنگ موتہ ہوئی تھی' جس میں اسامہؓ کے والد حضرت زید بن اسامہؓ اور ان کے دونوں ساتھی جعفر بن ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہؓ شہید ہوئے تھے' اسامہ نے اپنے لشکر کو وہیں ٹھہرایا اور فوج کے مختلف دستوں کو قضاعہ اور آبل پر دھاوا بولنے کے لیے روانہ کیا۔

ان جنگوں میں ہر محاذ پر مسلمانوں نے بڑی کامیابی حاصل کی' بے شمار

رومی مسلمانوں کے ہاتھوں ہلاک ہوئے' کثیر مال غنیمت ہاتھ آیا اور اس طرح اسامہ کا لشکر کامران لوٹا' رسول اللہؐ نے اسامہ کو حملے کرنے کے متعلق جو ہدایات دی تھیں' انہوں نے اس پر پوری طرح عمل کیا' جہاں جہاں جانے کے لیے آپؐ نے ارشاد فرمایا تھا وہاں وہاں گئے اور آپ کی ہدایت کے مطابق دشمن پر اس طرح اچانک حملہ کیا کہ جب تک مسلمانوں کے دستے رومیوں کے سروں پر نہ پہنچ گئے' انہیں مسلمانوں کی آمد کا پتا نہ چلا۔

☆☆☆

ادھر تو حضرت اسامہ رومیوں کے مقابلے پر نکلے ادھر زکوٰۃ کے منکروں نے مدینے پر حملہ کرنے کا پروگرام بنالیا' انہوں نے سوچا' مدینے میں گنے چنے تو آدمی رہ گئے ہیں' انہیں ختم کرنا کیا مشکل ہے' دوسری طرف حضرت ابوبکرؓ کو پہلے ہی ان کی طرف سے خطرہ تھا اور ابھی منکرین کی طرف سے کوئی کارروائی نہیں ہوئی تھی' کہ انہوں نے تمام بڑے صحابہ کو مشورے کے لیے بلالیا۔

رسول کریمؐ کی وفات کے بعد بہت سے قبائل نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ وہ نماز تو ادا کریں گے' لیکن زکوٰۃ نہیں دیں گے' حضرت ابوبکرؓ نے صحابہ سے فرمایا کہ ہم منکرین زکوٰۃ سے جنگ کریں گے' اس پر حضرت عمرؓ بن خطاب اور بیشتر مسلمانوں نے رائے پیش کی کہ ہمیں اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانے والے لوگوں سے ہرگز نہیں لڑنا چاہیے' بلکہ انہیں ساتھ ملا کر نبوت کا دعویٰ کرنے والوں

سے جنگ کرنی چاہیے' حضرت ابوبکرؓ نے اس موقعے پر فرمایا۔

''ہمیں پہلے منکرین زکوٰۃ سے جنگ کر کے ان سے بزور زکوٰۃ وصول کرنی چاہیے..... خدا کی قسم اگر منکرین زکوٰۃ مجھے زکوٰۃ کی ایک رسی بھی دینے سے انکار کریں گے جیسے وہ رسول اللہؐ کے زمانے میں ادا کرتے تھے تو بھی میں ان سے جنگ کروں گا۔'' یہ سن کر حضرت عمرؓ جن کے خیال میں اس وقت منکرین زکوٰۃ سے جنگ کرنا نقصان دہ تھا' قدرے تیزی میں آگئے' اور بولے۔

''ہم ان لوگوں سے کس طرح جنگ کر سکتے ہیں' جب کہ رسول اللہ نے صاف فرمایا ہے کہ مجھے اس وقت تک لوگوں سے لڑنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ اپنی زبان سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہ کہہ دیں' جو شخص زبان سے کلمہ ادا کر دے گا اس کی جان و مال کی حفاظت مسلمانوں کے ذمے ہوگی' البتہ جو حقوق اس پر واجب ہوں گے ان کی ادائیگی کا مطالبہ اس سے ضرور کیا جائے گا' ہاں اس کی نیت کا حساب اللہ سے خود لے گا۔''

حضرت ابوبکرؓ پر حضرت عمرؓ کی ان دلیلوں کا کوئی اثر نہ ہوا اور انہوں نے فرمایا۔

''خدا کی قسم میں نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرنے والے لوگوں سے ضرور لڑوں گا اور رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ اسلام قبول کرنے والے لوگوں کے ذمے جو حقوق ہوں گے' ان کی ادائیگی کا مطالبہ ان سے ہر حال میں کیا جائے گا۔''

ان کے یہ الفاظ سن کر حضرت عمرؓ نے محسوس کیا کہ اللہ تعالیٰ نے منکرین زکوٰۃ سے جنگ کرنے کے لیے ابوبکرؓ کے دل میں خیال ڈال دیا ہے اور حق وہی ہے جو حضرت ابوبکرؓ کہتے ہیں۔

اس واقعے سے ملتا جلتا ایک واقعہ خود رسول اللہ کو بھی پیش آیا تھا، واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ قبیلہ ثقیف کا وفد آپ کی خدمت میں اسلام قبول کرنے کے لیے حاضر ہوا۔ لیکن ساتھ ہی یہ درخواست بھی کی کہ انہیں نماز معاف کر دی جائے، رسول اللہ نے ان کی درخواست قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا۔

''اس دین میں کوئی بھلائی نہیں، جس میں نماز نہیں۔''

حضرت ابوبکرؓ رسول اللہؐ کے نقش قدم پر چلنا اپنا اولین فرض خیال کرتے تھے، انہوں نے بھی یہی فرمایا۔

''خدا کی قسم میں ان لوگوں سے ضرور لڑوں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرتے ہیں۔''

☆☆☆

باغی قبیلے عبس، ذبیان، بنو کنانہ، غطفان اور فزارہ نے جو مدینے کے ارد گرد تھے، مسلمانوں سے لڑنے کے لیے فوجیں اکٹھی کیں اور مدینے کے قریب پڑاؤ ڈال دیا، یہ قبائل دو حصوں میں تقسیم تھے...... ! ایک حصہ ربذہ کے قریب ابرق کے مقام پر خیمہ زن تھا اور دوسرا ذی القصہ میں جو محلہ کے قریب نجد کے

راستے میں واقع تھا، ان فوجوں کے سرداروں نے پہلے اپنے وفد مدینے روانہ کیے، جنہوں نے کچھ لوگوں کے ذریعے حضرت ابوبکرؓ کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ نماز ادا کرنے کے لیے تیار ہیں، البتہ انہیں زکوٰۃ کی ادائیگی سے آزاد کر دیا جائے، لیکن ابوبکرؓ نے وہی جواب دیا جو پہلے عمرؓ کو دے چکے تھے، یعنی اگر انہوں نے زکوٰۃ کی ایک رسی بھی ادا کرنے سے انکار کیا تو میں اس رسی کی خاطر ان سے جنگ کروں گا۔

چنانچہ یہ وفود ناکام اپنے اپنے لشکروں کو لوٹ گئے، لیکن مدینے میں ٹھہرنے کے دوران وہ بغور اس بات کا جائزہ لے چکے تھے کہ اسامہؓ کے لشکر کی روانگی کے بعد مدینے میں بہت تھوڑے مسلمان رہ گئے ہیں اور ان میں بھی زیادہ تعداد بوڑھوں کی ہے، جو شہر کو بیرونی طاقت کے حملے سے نہیں بچا سکتے

☆☆☆

حضرت ابوبکرؓ کی دور اندیش آنکھوں نے ان لوگوں کے ارادوں کو بھانپ لیا، چنانچہ وفود کے جانے کے بعد انہوں نے مدینے میں بچے کھچے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا۔

''تمہارے چاروں طرف دشمن ڈیرے ڈالے پڑا ہے، اور اسے تمہاری کمزوریوں کا حال معلوم ہو گیا ہے، نہ معلوم دن اور رات کے کس حصے میں وہ لوگ تم پر چڑھ آئیں، وہ تم سے ایک منزل کے فاصلے پر خیمہ زن ہیں، ابھی تک وہ

اس امید پر تھے' کہ شاید ہم ان کی شرائط قبول کرلیں' لیکن اب ہم نے ان کی شرائط ماننے سے انکار کر دیا ہے' اس لیے وہ ضرور تم پر حملہ کریں گے' تم بھی اپنے آپ کو لڑائی کے لیے تیار رکھو۔"

اس کے بعد آپؓ نے حضرت علیؓ' حضرت زبیرؓ' حضرت طلحہؓ اور حضرت عبداللہ بن منصورؓ کو بلایا اور انہیں ایک ایک دستہ دے کر مدینے کے بیرونی راستوں پر مقرر فرمایا۔ دوسرے تمام لوگوں کو حکم دیا کہ وہ مسجد نبویؐ میں پہنچ جائیں اور لڑائی کی تیاری کریں۔

☆☆☆

آپؓ کا اندازہ بالکل درست نکلا' ابھی تین روز بھی نہ گزرے تھے کہ منکرین زکوٰۃ نے مدینے پر چڑھائی کر دی اور ٹھان لی کہ خلیفہ سے اپنی بات منوا کر ہی واپس جائیں گے۔

مدینے کے اردگرد پھیلے ہوئے جاسوسوں نے ان کے ارادوں کی خبر حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ ابن مسعود اور دوسرے لوگوں کو دی' انہوں نے ابوبکرؓ کے پاس خبر بھیجی' حضرت ابوبکرؓ نے انہیں تو ہدایت دی کہ اپنی اپنی جگہ پر ڈٹے رہیں اور شہر کے تمام ناکوں کی حفاظت کریں اور خود اونٹ پر سوار ہو کر مسجد نبویؐ میں تشریف لائے' تمام مسلمانوں کو جو وہاں جمع تھے' انہیں ساتھ لے کر ان لوگوں کے مقابلے کے لیے نکل کھڑے ہوئے جو بے خبری میں مسلمانوں پر رات کے

وقت حملہ کرنا چاہتے تھے' ان قبائل کے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ مسلمانوں میں سے کوئی ان کے مقابلے میں آئے گا' کیونکہ انہیں اپنے وفود کے ذریعے اہل مدینہ کی کمزوری کا علم ہو گیا تھا' لیکن جب ان کی امیدوں کے خلاف حضرت ابوبکرؓ نے ان پر اچانک حملہ کیا تو ان کی بوکھلاہٹ کی کوئی حد نہ رہی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے' مسلمانوں نے مقام ذی حس تک ان کا تعاقب کیا۔

یہ قبائل اپنے ساتھ اپنے بڑے بڑے بہادروں کو ساتھ نہیں لائے تھے' کیونکہ ان کا خیال تھا کہ مدینے میں ان کا مقابلہ کرنے کے لیے کوئی طاقت موجود ہی نہیں ہے' لیکن جب قبائل شکست کھا کر بھاگے اور مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا' تو وہ بہادر بھی جنہیں پیچھے چھوڑ دیا گیا تھا' موقعے کی نزاکت کو بھانپ کر مسلمانوں کے مقابلے میں آ گئے' اور لڑائی شروع ہو گئی' رات بھر لڑائی ہوتی رہی' لیکن کسی فریق کے حق میں فیصلہ نہ ہو سکا' آخر منکرین نے کمند پھینک کر مسلمانوں کے اونٹوں کی گردنوں کو پھانسنا شروع کر دیا' تاکہ مسلمانوں کو گرفتار کیا جائے' یہ اونٹ جنگی نہ تھے' اس چال کو سمجھ نہ سکے' انہوں نے خوف زدہ ہو کر مدینے کی طرف بھاگنا شروع کر دیا اور اپنے سواروں کو لیے شہر میں داخل ہو گئے۔

عبس' ذبیان اور ان کے مددگار مسلمانوں کے بھاگ جانے پر بہت خوش ہوئے اور اسے اپنی فتح اور مسلمانوں کی شکست خیال کرتے ہوئے ذی القعد میں خیمہ زن ہو گئے' اپنے ساتھیوں کو ان واقعات کی اطلاع دی' ذی القعد والے بھی

ان کے پاس نئے اور آپس میں صلاح مشورہ کرنے لگے' آخر فیصلہ ہوا کہ جب تک مسلمانوں کو ناکوں چنے نہ چبوالیں گے اور اپنی شرائط نہ منوالیں گے' واپس نہیں لوٹیں گے۔

ادھر حضرت ابوبکرؓ اور تمام مسلمانوں نے اس رات پلک تک نہ جھپکی بلکہ دشمن سے لڑائی کی تیاریوں میں مصروف رہے، رات کے آخری تہائی حصے میں وہ دوبارہ دشمن کی جانب روانہ ہوئے' پہلے کی طرح اب بھی انہوں نے پوری طرح احتیاط برتی کہ دشمن کو کانوں کان ان کے آنے کی خبر نہ ہونے پائے' صبح کا اجالا پھیلا تو منکرین اور مسلمان ایک ہی میدان میں جمع تھے' لیکن فرق یہ تھا کہ مسلمان لڑائی کے لیے پوری طرح تیار تھے اور دشمن بڑے اطمینان سے گہری نیند کے مزے لوٹ رہا تھا مسلمانوں کے لیے اس سے بہتر موقع اور کون سا ہو سکتا تھا' انہوں نے بے دھڑک اپنی تلواریں دشمنوں کے سینوں میں اتارنا شروع کر دیں' وہ لوگ اس اچانک حملے سے ہڑبڑا اٹھے' اور نیند کے عالم میں ہی لڑنا شروع کر دیا' ابوبکرؓ اور ان کے ساتھیوں نے تلوار کے خوب ہی جوہر دکھائے اور ابھی سورج نے اپنا سر ابھارا ہی تھا کہ دشمن کا لشکر نہایت بے ترتیبی کے عالم میں بھاگ کھڑا ہوا' حضرت ابوبکرؓ نے ذی القصہ تک ان کا تعاقب کیا' آخر جب یہ اندازہ لگا لیا کہ اب وہ واپس آنے کی جرات نہیں کریں گے' تو آپؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس جگہ آ گئے ' جہاں جنگ لڑی گئی تھی' آپؓ نے مسلمانوں کی تھوڑی سی

تعداد کو وہاں چھوڑا اور خود واپس مدینہ تشریف لے آئے۔

اس جنگ میں مسلمانوں کی فتح نے اسلام پر بہت گہرا اثر ڈالا۔

☆☆☆

ادھر حضرت اسامہ بن زیدؓ کامیاب و کامران واپس لوٹے' مدینے کے قریب پہنچے تو حضرت ابوبکرؓ بڑے بڑے مہاجرین اور انصار کو لے کر شہر سے باہر نکلے اور لشکر کا نہایت گرم جوشی سے استقبال کیا' اس وقت تمام مسلمانوں کے چہرے خوشی سے تمتمارہے تھے' مدینے میں داخل ہوتے ہی سب نے مسجد نبویؐ میں نماز شکرانہ ادا کی' کہا جاتا ہے کہ حضرت اسامہؓ کا لشکر تقریباً چالیس روز بعد واپس آیا تھا باغی اور مرتد قبیلوں نے جب اس لشکر کی روانگی اور پھر فتح کی خبر سنی تو کہنے لگے۔

''اس لشکر کو بھیجنے کا تو صاف مطلب یہ ہے کہ مسلمان زبردست طاقت کے مالک ہیں' اگر ان کے پاس قوت نہ ہوتی تو ہرگز ایسے موقع پر لشکر نہ بھیجتے جب سارا عرب ان کے خلاف ہو چکا ہے۔''

☆☆☆

ذی القصہ میں مسلمانوں کی فتح کے بعد قبائل کے جو لوگ بدستور اسلام پر قائم تھے' جلدی جلدی زکوۃ کی ادائیگی کے لیے آنے لگے' اہل مدینہ نے ان کا

پر جوش خیر مقدم کیا' اس وقت کے حالات کے بارے میں عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔

''رسول اللہ کی وفات کے بعد ہم اس مقام پر کھڑے تھے کہ اگر اللہ ابوبکرؓ کے ذریعے ہماری مدد نہ فرماتا تو ہماری ہلاکت یقینی تھی' ہم سب مسلمانوں کا یہ خیال تھا کہ ہم زکوٰۃ کے اونٹوں کی خاطر دوسروں سے جنگ نہ کریں اور اللہ کی عبادت میں مصروف ہو جائیں' یہاں تک کہ ہمیں مکمل غلبہ حاصل ہو جائے' لیکن حضرت ابوبکرؓ نے منکرین زکوٰۃ سے لڑنے کا عزم کر لیا' انہوں نے منکرین کی شرط ماننے سے صاف انکار کر دیا۔''

☆☆☆

حضرت ابوبکرؓ نے اسی پر بس نہیں کی' اسامہؓ اور ان کے لشکر کو تو آرام کرنے کا مشورہ دیا اور خود ان لوگوں کو جو ذی القصہ میں ان کے ساتھ تھے' ساتھ لے کر دوبارہ نکل کھڑے ہوئے' ان کا دور اندیشانہ فیصلہ یہ تھا کہ دشمنوں کی تیاری کا ہرگز موقع نہ دینا چاہیے بلکہ ان پر پے در پے حملے کر کے ان کی قوت کو توڑ دینا چاہیے تاکہ پھر سر اٹھانے کے قابل نہ رہیں' اس موقع پر لوگوں نے آپ سے درخواست کی۔

''اے خلیفہ رسول اللہ......! آپ اپنے آپ کو خطرے میں نہ ڈالیں' کیونکہ اگر خدانخواستہ آپ کو کوئی نقصان پہنچ گیا تو اسلامی سلطنت کا نظام درہم

برہم ہو جائے گا، اس لیے آپ اپنی جگہ کسی اور کو لشکر کا سردار مقرر فرما دیں تاکہ وہ میدان میں کام بھی آ جائے تو مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچ سکے۔''

حضرت ابوبکرؓ نے فوراً جواب دیا۔

''خدا کی قسم میں ہرگز پیچھے نہ ہٹوں گا' بلکہ تمہارے ساتھ رہ کر تمہاری ہمتوں کو بلند رکھوں گا۔''

مدینے سے روانہ ہو کر ابوبکرؓ مقام ابرق پہنچے' جو ذی القصہ کے قریب واقع ہے' وہاں بنی عبس ذبیان اور بنی بکر سے ان کا مقابلہ ہوا اور تینوں قبیلوں کو شکست ہوئی، ابرق کا علاقہ بنی ذبیان کا تھا' لیکن جب ابوبکرؓ نے انہیں وہاں سے نکال دیا تو اعلان کیا کہ اب یہ سرزمین مسلمانوں کی ملکیت ہے' آئندہ بنی ذبیان اس پر قابض نہیں ہو سکیں گے۔

چنانچہ اس کے بعد یہ مقامات مسلمانوں ہی کی ملکیت رہے اور حالات معمول پر آنے کے بعد بھی بنی ذبیان یا کوئی دوسرا قبیلہ اس جگہ کوشش کے باوجود آباد نہ ہو سکا' یہ قبائل...... شکست کھانے کے بعد جھوٹے نبیوں طلیحہ اور مسیلمہ کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے' انہوں نے نبوت کا دعویٰ کر رکھا تھا' اور [illegible] سے قبیلے ان کے ساتھ شامل ہو گئے تھے' ان قبیلوں کے شامل ہونے سے ان کی طاقت میں بے پناہ اضافہ ہو گیا اور یمن میں بغاوت کے شعلے بھڑکنے لگے' یہ دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ نے فیصلہ کیا کہ جنگ کا سلسلہ بدستور جاری رکھا جائے' اور اس وقت تک دم

نہ لیا جائے جب تک یمن کا چپہ چپہ اسلامی حکومت کے زیر اثر نہ آ جائے' اگر یہ قبیلے طلیحہ اور مسیلمہ کے ساتھ شامل نہ ہوتے تو ان جھوٹے نبیوں کو اتنا زور نصیب نہ ہوتا' اور بہت جلد سارا عرب اسلام کی آغوش میں آ جاتا۔

☆☆☆

اسامہؓ بن زید کا لشکر جب اچھی طرح آرام کر چکا تو حضرت ابوبکرؓ اسے لے کر مدینہ سے نکلے' اور ذی القصہ میں قیام فرمایا' یہاں انہوں نے گیارہ جھنڈے تیار کیے' لشکر کو گیارہ حصوں میں تقسیم کیا' ہر حصے کا ایک امیر مقرر کیا' پھر ان امیروں کو حکم دیا کہ مرتدوں کے خاتمے کے لیے اپنے اپنے مقرر کردہ علاقے کی طرف روانہ ہو جائیں' اور راستے میں جن علاقوں سے گزریں' وہاں کے مسلمانوں کو اپنے ساتھ ملاتے جائیں۔

مرتدین کے مقابلے کے لیے فوجیں بھیجتے وقت حضرت ابوبکرؓ نے اس بات کا خاص خیال رکھا کہ مرتدین کی جمعیت اور طاقت کا لحاظ رکھ کر ان کی طرف فوجیں روانہ کیں' اسی لیے انہوں نے حضرت خالدؓ بن ولید کو طلیحہ بن خویلد سے لڑنے کے لیے بنو اسد کی طرف روانہ کیا اور حکم دیا کہ طلیحہ سے فارغ ہونے کے بعد بطاح جا کر بنو تمیم کے سردار مالک بن نویرہ سے جنگ کی جائے۔

بنو اسد اور بنو تمیم مدینے کے قریب ترین مرتد قبائل تھے' اس لیے ضروری تھا کہ جنگ انہی سے شروع کی جائے تا کہ ان کی شکست کا اثر دوسرے قبیلوں پر

بھی پڑے۔ حضرت خالدؓ بن ولید بجا طور پر اس کے مستحق تھے کہ انہیں ان طاقت ور قبیلوں سے جنگ کرنے والی فوج کی کمان سونپی جائے۔

عکرمہؓ بن ابوجہل کو دوسرا جھنڈا دیا گیا اور انہیں یمامہ جا کر بنی حنیفہ کے سردار مسیلمہ بن کذاب سے جنگ کرنے کا کام سپرد کیا گیا' شرجیلؓ بن حسنہ کو تیسرا جھنڈا سپرد کر کے حکم دیا کہ پہلے مسیلمہ کے خلاف عکرمہ کی مدد کریں اور یہاں سے فراغت حاصل کرنے کے بعد عمروؓ بن عاص کی امداد کے لیے قضاعہ کی جانب روانہ ہوں۔

عکرمہؓ اور شرجیلؓ کو یمامہ میں کامیابی حاصل نہ ہو سکی بلکہ یہ فخر خالدؓ بن ولید کے حصے میں آیا' انہوں نے غزوہ عقربا میں مسیلمہ کو قتل کر کے بنی حنیفہ کی کمر توڑ دی۔

چوتھا جھنڈا مہاجر بن ابی امیہ مخزومی کے حوالے کر کے حکم دیا کہ وہ یمن جا کر اسود عنسی کے لشکر اور عمرو بن معدی کرب زبیدی' قیس بن مکشوح مراوی اور ان کے مددگاروں سے جنگ کریں' یہاں سے فراغت پا کر کندہ اور حضر موت جائیں' وہاں اشعث بن قیس اور اس کے مرتد ساتھیوں سے لڑیں۔

پانچواں جھنڈا سوید بن مقرن اوسی کو عطا کر کے انہیں تہامہ یمن جانے کا حکم دیا، چھٹا جھنڈا علاء بن حضرمی کو دے کر انہیں بحرین میں حطم بن ضبیعہ اور بنی قیس بن ثعلبہ کے مرتدین کی سرکوبی کے لیے روانہ فرمایا' ساتواں جھنڈا حمیر کے

حذیفہ بن محصن غلفانی کو دیا گیا اور انہیں عمان جا کر وہاں کے نبوت کے دعوے دار ذوالتاج لقیط بن مالک ازدی سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا۔ ان کے علاوہ چار اور لشکر روانہ کیے گئے' حضرت ابوبکرؓ نے مدینے کی حفاظت کے لیے جو فوج رکھی' وہ باہر جانے والے لشکروں سے بہت تھوڑی تھی' کیونکہ اب مدینے کو فوری طور پر کسی حملے کا خطرہ نہیں تھا زکوٰۃ کے منکروں کی سرکوبی کے بعد وہاں کے باشندے بڑے اطمینان سے زندگی بسر کر رہے تھے' کسی قبیلے کو مدینے پر حملہ کرنے کی جرات ہو بھی کس طرح سکتی تھی' جب کہ مسلمانوں کو فتح پر فتح نصیب ہو رہی تھی اور ان کا رعب سارے عرب پر چھا چکا تھا اور ان کی بہادری کا سکہ تمام قبائل پر بیٹھ چکا تھا۔

ان اطراف میں اس قدر لشکر بھیجنے کی وجہ یہ تھی کہ نبوت کے دعوے دار انہی جگہوں میں پیدا ہو رہے تھے' سب سے ضروری حکم جو ابوبکرؓ نے لشکروں کے سپہ سالاروں کو روانگی کے وقت دیا یہ تھا کہ کوئی سپہ سالار مخالف پر فتح پانے کے بعد اس وقت تک کسی دوسری طرف رخ نہ کرے جب تک دربار خلافت سے اس کی اجازت نہ حاصل ہو جائے۔

☆☆☆

ان لشکروں کے سالاروں کو انہوں نے مرتدوں (اسلام سے پھر جانے والوں) اور نبوت کے دعوے داروں کے نام عام اعلان بھی بھیجا' تاکہ انہیں

سوچنے سمجھنے کا موقع مل جائے اور وہ دین اسلام کی راہ پھر اختیار کر لیں' اعلان کا خلاصہ یہ تھا۔

''تم لوگوں میں سے مجھے ان کا حال معلوم ہوا ہے' جو پہلے اسلام لائے تھے' لیکن اب اس دین کو ترک کر بیٹھے ہیں' ان لوگوں نے نادانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانا اور شیطان کے فریب میں آ گئے' میں فلاں شخص کی کمان میں تمہارے خلاف فوج روانہ کر رہا ہوں' وہ تمہیں اللہ کی طرف بلائے گا جو اس کی بات مان لے گا اور نیک کام کرے گا' اسے قتل نہیں کیا جائے گا' مگر جو گمراہی سے باز نہ آئے گا' اس کے خلاف تلوار اٹھائی جائے گی' میں نے قاصد کو حکم دیا ہے کہ میری اس تحریر کو عام مجمع میں سنائے' جس بستی کے لوگ اذان دینے لگیں گے' ان پر ہاتھ نہ اٹھایا جائے گا۔''

ان گیارہ لشکروں نے مرتدوں کے خلاف جو جنگیں لڑیں' ان کا شمار زمانہ اسلام کی فیصلہ کن جنگوں میں ہوتا ہے۔

☆☆☆

طلیحہ بن خویلد اسدی رسول اللہؐ کی وفات سے کچھ روز پہلے ہی نبوت کا دعویٰ کر چکا تھا' اس نے یہ مشہور کرنا شروع کر دیا کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے' قرآن کی آیتوں جیسی کچھ عبارتیں بھی لوگوں کو سنانے لگا' جو بالکل بے سروپا تھیں' اس نے نماز میں رکوع اور سجدہ کرنے سے اپنے ماننے والوں کو منع کر دیا تھا' اس

کا کہنا تھا کہ اللہ یہ نہیں چاہتا کہ تم اپنے چہرے کو زمین پر رگڑو یا اپنی پیٹھوں کو کمان بناؤ' ظاہر ہے...... کہ اس نے یہ سب کچھ عیسائیوں کے طریقے سے لیا تھا' رسول اللہؐ نے طلیحہ کے مقابلے کے لیے حضرت ضرار بن ازور کو بھیجا تھا' مسلمان سیرا کے میدان میں جنگ کی تیاریاں کر رہے تھے کہ رسول اللہ کی وفات کی خبر پہنچی اور اس طرح یہ مہم درمیان میں ہی رہ گئی' حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو طلیحہ کے مقابلے کے لیے روانہ کیا تھا' انہوں نے طلیحہ کے لشکر کے حالات معلوم کرنے کے لیے عکاشرین بن محصن اور ثابت بن اقرم انصاری کو لشکر سے آگے بھیجا۔ راستے میں انہیں طلیحہ کا بھائی حبال مل گیا' انہوں نے اسے قتل کر ڈالا' طلیحہ کو بھائی کے قتل کی خبر ملی تو وہ اپنے دوسرے بھائی سلمہ کو ساتھ لے کر ان کی تلاش میں نکلا اور ان دونوں کو شہید کر ڈالا۔

خالدؓ بن ولید کا لشکر اس مقام سے گزرا تو انہوں نے دونوں کی لاشیں دیکھیں' انہیں سخت رنج ہوا' حضرت خالد بن ولید اپنی فوج لے کر بزاخہ کے مقام پر پہنچے۔

☆☆☆

طلیحہ کے لشکر کی کمان عینیہ بن حصن کر رہا تھا' خود طلیحہ ایک خیمے میں کمبل اوڑھے لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے وحی کے انتظار میں بیٹھا تھا' جب لڑائی کا بازار گرم ہو گیا اور عینیہ کو خالدؓ اور مسلمانوں کی قوت کا پتا چلا تو وہ طلیحہ کے پاس

آیا اور اس سے پوچھا۔

''کیا جبریلؑ آپ کے پاس کوئی وحی لائے۔''

''ابھی نہیں۔'' اس نے جواب دیا۔

یہ سن کر وہ واپس چلا گیا اور لڑائی میں مشغول ہو گیا' لڑائی نے کچھ اور شدت اختیار کر لی اور مسلمانوں کا دباؤ مرتدین پر برابر بڑھتا چلا گیا تو وہ پھر طلیحہ کے پاس آیا اور پوچھا۔

''اب بھی جبریلؑ کوئی وحی لائے یا نہیں۔''

''ابھی نہیں۔'' اس نے وہی جواب دیا۔

''آخر کب آئے گی۔'' اس نے جھنجلا کر پوچھا۔

''میری عرض تو عرش معلیٰ پر پہنچ چکی ہے...... اب دیکھو' کیا جواب ملتا ہے۔'' اس نے جواب دیا۔ اس پر عینیہ پھر میدان جنگ میں آ گیا اور لڑنا شروع کر دیا' جب اس نے دیکھا کہ خالدؓ بن ولید نے اس کے لشکر کو گھیر لیا ہے اور شکست اب کوئی دم کی بات ہے تو وہ گھبراہٹ کے عالم میں پھر طلیحہ کے پاس آیا اور پوچھا۔

''اب بھی کوئی وحی نازل ہوئی ہے یا نہیں۔''

''ہاں! ہوئی ہے۔'' طلیحہ بولا۔

''کیا؟'' اس نے جلدی سے پوچھا۔

"یہ وحی نازل ہوئی ہے' تیرے پاس بھی ویسی ہی چکی ہے جیسی مسلمانوں کے پاس ہے اور تیرا ذکر بھی ایسا ہے جسے تو کبھی نہ بھولے گا۔" یہاں چکی سے مطلب جنگ کے ہیں' طلیحہ کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ اس جنگ کے واقعات تو کبھی نہ بھولے گا) اس پر عیینہ نے جلا کر کہا۔

"بے شک اللہ کو معلوم ہے کہ عنقریب ایسے واقعات پیش آئیں گے' جنہیں تو کبھی نہ بھولے گا۔"

یہ کہہ کر وہ اپنی فوج کی طرف آیا اور پکار کر کہا۔

"اے بنو فزارہ! طلیحہ جھوٹا ہے' اسے چھوڑ دو اور بھاگ کر اپنی جانیں بچاؤ۔"

یہ سنتے ہی بنو فزارہ تو بھاگ کھڑے ہوئے' باقی لشکر اس کے گرد جمع ہو گیا اور پوچھا۔

"اب آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں۔"

طلیحہ نے پہلے ہی اپنے اور اپنی بیوی نوار کے لیے ایک گھوڑے کا بندوبست کر رکھا تھا اور' وہ کود کر گھوڑے پر سوار ہو گیا' اپنی بیوی کو بھی سوار کرایا اور یہ کہتے ہوئے بھاگ کھڑا ہوا۔

"جو شخص میری طرح اپنے اہل و عیال کو لے کر بھاگ سکے' وہ بھاگ جائے۔"

اس طرح طلیحہ کی نبوت کا خاتمہ ہو گیا' اس کی طاقت ملیامیٹ ہو گئی' وہ بھاگ کر شام پہنچا' لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ اس کے ساتھ شامل ہونے والے تمام قبائل اسلام قبول کر چکے ہیں تو وہ بھی اسلام لے آیا' جب وہ عمرہ کرنے کے لیے مکے آیا' تو لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کو اطلاع دی' انہوں نے فرمایا۔

"اب میں اس کے خلاف کیا کر سکتا ہوں' اسے کچھ نہ کہو' کیونکہ اللہ نے اسے ہدایت دے دی ہے۔"

جب حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو طلیحہ ان کی بیعت کے لیے حاضر ہوا' اسے دیکھ کر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

"تو عکاشہ اور ثابت کا قاتل ہے' میرا دل تیری طرف سے صاف کبھی نہیں ہو سکتا۔"

"اے امیر المومنین...... ! آپؓ کو ان دونوں کی کیا فکر ہے' اللہ نے انہیں شہادت نصیب فرمائی۔" اس نے جواب دیا' آخر آپؓ نے اس کی بیعت لے لی' حضرت عمرؓ سے رخصت ہو کر وہ اپنی قوم میں آیا' اور عراق کی جنگوں میں حصہ لیا۔

☆☆☆

سجاح بنت حارث عراق کے علاقے الجزیرہ میں اپنے قبیلے تغلب کے

ساتھ عرب کی طرف آئی' یہ واحد عورت تھی جس نے نبوت کا دعویٰ کیا' اس کا ارادہ بنو تمیم کے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر حضرت ابوبکرؓ پر حملہ کرنے کا تھا' لیکن راستے میں مالک بن نویرہ جو بنو یربوع کا بہت بااثر آدمی تھا کے کہنے پر واپس لوٹ گئی' مالک بن نویرہ نے اسے سمجھایا تھا کہ پہلے اپنے قبیلے کے مخالف عنصر کا صفایا کر دیا جائے تو بہتر ہے...... لیکن اسے اس مقصد میں بھی ناکامی ہوئی اور وہ اپنی قوم کو ساتھ لے کر یمامہ پہنچی' یمامہ قبیلے کا سردار مسیلمہ کذاب تھا' پہلے یہ مسلمان ہوا' لیکن پھر اپنے قبیلے میں جا کر خود نبوت کا دعویٰ کر بیٹھا' لوگوں کو شعبدہ بازی سے مرعوب کرنے لگا' اس نے رسول اللہ ﷺ کو ایک خط میں لکھا...... اس میں تحریر تھا' آنحضرتؐ نے جواب میں جو جملہ لکھوایا' وہ غور کے قابل ہے' جملہ یہ تھا' تمام زمین کا مالک اللہ ہے' وہ جسے چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے اور آخر کار متقی لوگ ہی کامیاب ہوتے ہیں۔

یہی وہ مسیلمہ کذاب تھا جس کی طرح شجاع بنت حارث نے رخ کیا' دونوں نے آپس میں ملاقات کی' کچھ دیر گفتگو کی اور یہ فیصلہ کیا کہ ہم دونوں ہی نبی ہیں اور دونوں کو آپس میں شادی کر لینی چاہیے' چنانچہ دونوں نے شادی کر لی' شادی کے بعد سجاع اپنے قبیلے میں لوٹ آئی۔

اس دوران حضرت خالدؓ بن ولید نے جو دستے نواحی علاقوں کی طرف بھیجے تھے' ان میں سے ایک دستہ مالک بن نویرہ کو گرفتار کر کے لے آیا اور حضرت

خالد نے اسے قتل کرا دیا۔

☆☆☆

مسیلمہ کذاب جھوٹے نبیوں میں سب سے زیادہ طاقت ور تھا' اس کی بغاوت دوسرے تمام مرتدوں سے زیادہ خوفناک تھی اور مسلمانوں کو بھی سب سے زیادہ خطرہ اسی کی طرف سے تھا' حضرت خالدؓ مالک بن نویرہ سے فارغ ہو کر اپنے لشکر اور حضرت ابوبکرؓ کی بھیجی ہوئی کمک کو لے کر یمامہ کی طرف روانہ ہوئے' حضرت ابوبکرؓ نے جو کمک بھیجی تھی وہ حضرت خالد کے لشکر سے کم نہ تھی' اس کی وجہ یہ تھی کہ یمامہ میں مسیلمہ کو بہت طاقت حاصل ہو چکی تھی' حضرت ابوبکرؓ نے جو گیارہ لشکر بھیجے تھے' ان میں سے ایک عکرمہ بن ابوجہل کا لشکر مسیلمہ کے مقابلے کے لیے روانہ کیا گیا تھا اور اس کی مدد کے لیے شرجیل بن حسنہ کو ایک لشکر دے کر روانہ کیا گیا تھا' عکرمہ نے شرجیل کا انتظار نہ کیا اور اکیلے ہی یمامہ کی طرف بڑھتے چلے گئے' وہ چاہتے تھے کہ مسیلمہ کو شکست دینے کا فخر انہی کے حصے میں آئے' لیکن وہ مسیلمہ کے مقابلے میں ٹھہر نہ سکے اور شکست کھا کر پیچھے ہٹ آئے' عکرمہ نے اپنی شکست کا حال حضرت ابوبکرؓ کو لکھ بھیجا' جسے پڑھ کر ان کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور انہوں نے عکرمہ کو لکھا۔

''اے عکرمہ! میں تمہاری صورت دیکھنے کا بھی روادار نہیں' تم واپس آ کر لوگوں میں بددلی نہ پھیلاؤ' بلکہ حذیفہ اور عرفجہ کے پاس جا کر اہل عمان اور مہرہ

سے لڑو اس کے بعد یمن اور حضرموت جا کر مہاجر بن الجارمیہ سے مل جاؤ اور ان کے شانہ بہ شانہ مرتدین سے جنگ میں حصہ لو۔"

بات دراصل یہ تھی کہ مسیلمہ کی نبوت کو ماننے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی تھی اور یہ اس طرح ہوا کہ یمامہ کا ہی رہنے والا ایک شخص نہار بن عنفوہ ہجرت کر کے رسول اللہؐ کے پاس آیا' اسلام قبول کیا اور قرآن کی تعلیم حاصل کی وہ چوں کہ بہت ذہین تھا' اس لیے رسول اللہ نے اسے یمامہ کے لوگوں کو دین اسلام کی تعلیم دینے کے لیے اور لوگوں کو مسیلمہ کی پیروی سے روکنے کے لیے بھیجا لیکن نہار مسیلمہ سے بھی زیادہ فتنہ ثابت ہوا وہ مسیلمہ کے ساتھ مل گیا اور مسیلمہ کی نبوت کا اقرار کرنے کے ساتھ یہ اعلان بھی کر دیا کہ مسیلمہ کو رسول اللہؐ کے ساتھ نبوت میں شریک کیا گیا ہے' اہل یمامہ کو اور کیا چاہیے تھا کہ خدا نے محمد ﷺ کے ساتھیوں میں سے ایک کے ذریعے مسیلمہ کی نبوت کی گواہی دے دی اور وہ شخص کوئی معمولی آدمی بھی نہیں بلکہ عالم فاضل ہے ان کے سامنے قرآن پڑھتا ہے اور اس کی تعلیمات سے بھی آگاہ کرتا ہے' چنانچہ بے وقوف لوگ قطار در قطار مسیلمہ کے پاس آنے لگے اور بنی حنیفہ کے رسول کی حیثیت سے اس کی بیعت کرنے لگے' اس کے بدلے میں مسیلمہ نے نہار کو اپنا خاص آدمی مقرر کر دیا اور اس کے مشورے سے نبوت کا کاروبار چلانے لگا' نہار کو دنیا بھر کی نعمتیں میسر آ گئیں اور وہ ان کے مزے لوٹنے لگا' مسیلمہ کی نبوت چمکنے کی وجہ یہی شخص تھا۔

عکرمہ کے شکست کھانے کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے لیے یہ ضروری ہو گیا کہ وہ حضرت خالدؓ بن ولید کو اس کے مقابلے کے لیے بھیجیں۔ چنانچہ انہوں نے شرجیل بن حسنہ کو لکھا کہ وہ جہاں ہیں وہیں ٹھہریں' جب تک کہ خالدؓ ان کے پاس نہ پہنچ جائیں۔

ابھی حضرت خالدؓ یمامہ کے راستے میں ہی تھے' کہ مسیلمہ کی فوجوں نے شرجیل کی فوج سے ٹکر لی' اور اسے پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا' خالدؓ وہاں پہنچے تو انہیں شرجیل کی شکست کا پتا چلا' وہ ان پر ناراض ہوئے' پھر یمامہ کی طرف بڑھے' ادھر مسیلمہ بھی اپنا لشکر لے کر بڑھا' اس کے لشکر کی تعداد تاریخ کی کتابوں میں چالیس ہزار سے ستر ہزار تک بتائی جاتی ہے' ایسے عظیم الشان لشکر کا سامنا اس سے پہلے عربوں نے نہ کیا تھا۔

دونوں لشکر آمنے سامنے آ کھڑے ہوئے' ہر ایک کو اپنی فتح کا یقین تھا' یہ دن واقعی بہت اہم تھا' کیونکہ اسلام اور جھوٹی نبوت کا مقابلہ تھا' مسیلمہ کی طرف یمن' عمان' مہرہ' بحرین' حضرموت اور عرب کی جنوبی سمت کے لوگوں کی نظریں جمی تھیں' ایرانی بھی بڑی بے صبری سے اس جنگ کے نتیجے کا انتظار کر رہے تھے' مسیلمہ کے لشکر کو اس کی نبوت کا کامل یقین تھا' وہ اس پر کٹ مرنے کے لیے تیار تھا' مسلمانوں کا لشکر بھی کچھ کم طاقت ور نہ تھا' اس کے سپہ سالار خالدؓ بن ولید تھے جو اپنے زمانے کے سالار عظیم تھے' لشکر میں قرآن مجید کے حافظوں اور

قاریوں کی بھی کمی نہ تھی' یہ تمام لوگ اس جذبے سے میدان میں آئے تھے کہ اللہ کے راستے میں جہاد اور اس کے دین کی حفاظت مومنوں پر فرض ہے اور یہ کہ آج انہیں ایک جھوٹے نبی سے جنگ کرنی ہے' وہ اگرچہ تعداد میں مرتدین سے بہت کم تھے لیکن عزم اور ہمت میں ان سے بڑھ چڑھ کر تھے۔

☆☆☆

جنگ شروع ہونے سے پہلے مسیلمہ کا لڑکا جوش پیدا کرنے کے لیے یہ تقریر کرتا پھر رہا تھا۔

''اے بنو حنیفہ ......! آج تمہاری غیرت کا امتحان ہے' اگر تم شکست کھا گئے' تو تمہارے پیچھے تمہاری عورتیں لونڈیاں بنالی جائیں گی اور ان کے نکاح دوسرے لوگوں سے کر دیئے جائیں گے' اس لئے اپنے حسب ونسب کی خاطر مسلمانوں سے جنگ کرو اور اپنی عورتوں کی عزت بچاؤ۔''

ادھر بدقسمتی سے مسلمانوں میں یہ بحث چھڑ گئی کہ مہاجرین' انصار اور بدوؤں میں کون بہادر ہے' اس بحث کا نتیجہ یہ نکلا کہ جنگ شروع ہونے پر وہ بنو حنیفہ کے مقابلے میں ثابت قدم نہ رہ سکے اور پیچھے ہٹنے لگے' یہاں تک کہ حضرت خالدؓ کے خیمے تک پہنچ گئے۔

مسلمانوں نے پیچھے ہٹنے کے باوجود پہلے ہی ہلے میں بنی حنیفہ کے سینکڑوں آدمیوں کو قتل کر ڈالا تھا' ان قتل ہونے والوں میں سب سے پہلا شخص

نہار تھا' اسے حضرت عمرؓ کے بھائی زیدؓ بن خطاب نے قتل کیا اور یہ مسیلمہ کے ایک بہت بڑے سرغنے کا قتل تھا۔

لشکر کے پیچھے ہٹنے کے باوجود حضرت خالدؓ کے عزم اور ہمت میں کوئی کمی نہ آئی اور انہیں ایک لمحے کے لیے بھی شکست کا خیال نہ آیا' انہوں نے یہ بات بھانپ لی کہ پیچھے ہٹنے کا سبب فخر اور غرور کا وہ جذبہ تھا جو مسلمانوں کے مختلف گروہوں میں پیدا ہو گیا تھا' اس خیال کے آتے ہی انہوں نے پکار کر کہا۔

''اے لوگو! علیحدہ علیحدہ ہو جاؤ اور اسی حالت میں ٹھہرو تاکہ ہم دیکھ سکیں کہ کس قبیلے نے لڑائی میں بہادری سے کام لیا ہے۔''

حضرت خالد کے اس حکم کا خاطر خواہ اثر ہوا اور ہر قبیلے نے اپنے آپ کو دوسروں سے برتر ثابت کرنے کے لیے پہلے سے زیادہ جوش وخروش سے لڑنا شروع کیا' جلد ہی ان سب کو بھی یہ احساس ہو گیا کہ انہوں نے لڑائی شروع ہونے سے پہلے جو فخریہ باتیں کی تھیں وہ مناسب نہیں تھیں' چنانچہ انصار کے ایک سردار ثابت بن قیس نے مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''اے مسلمانو......! تم نے بہت بری مثال قائم کی ہے۔''

پھر اہل یمامہ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''اے اللہ......! یہ جس کی عبادت کرتے ہیں' میں اس سے بری ہوں۔'' پھر مسلمانوں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''اور جو کچھ انہوں نے کیا ہے' میں اس سے بھی بیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔''

اس کے بعد وہ تلوار سونت کر دشمن کی صفوں میں گھس گئے' بہادری سے لڑتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔

''میری تلوار کا مزا چکھو' میں تمہیں صبر اور مستقل مزاجی کا حقیقی نمونہ دکھاؤں گا۔''

وہ اسی طرح لڑتے رہے' ان کے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہ بچا جہاں زخم نہ لگے ہوں' اسی طرح لڑتے لڑتے آخر شہید ہو گئے۔

☆☆☆

براء بن مالک ان عربوں میں سے تھے' جنہوں نے پیٹھ دکھانا سیکھا ہی نہ تھا' انہوں نے مسلمانوں کو پیچھے ہٹتے دیکھا تو تیزی سے کود کر ان کے سامنے آ گئے اور چلا کر بولے۔

''اے مسلمانو! میں براء بن مالک ہوں میری پیروی کرو۔''

مسلمان ان کی بہادری اور شجاعت سے خوب واقف تھے۔ ان کی ایک جماعت براء کے ساتھ ہولی' وہ اسے لے کر دشمن کے مقابلے میں آ گئے اور اس بہادری سے لڑے کہ دشمن کو پیچھے ہٹنا ہی پڑا۔

☆☆☆

عین لڑائی کے وقت اتفاق ایسا ہوا کہ سخت آندھی آ گئی اور ریت اڑ اڑ کر مسلمانوں کے چہروں پر پڑنے لگی' چند لوگوں نے اس پریشانی کا ذکر زید بن خطاب سے کیا اور پوچھا کہ اب کیا کریں' انہوں نے جواب میں کہا۔

''خدا کی قسم! میں آج کے دن اس وقت تک کسی سے بات نہ کروں گا جب تک دشمن کو شکست نہ دے لوں یا اللہ مجھے شہادت عطا نہ فرمائے...... اے لوگو! آندھی سے بچاؤ کی خاطر اپنی نظریں نیچی کر لو اور ثابت قدم رہ کر لڑو۔''

یہ کہہ کر دشمن کی صفوں میں گھس گئے' ان کا دستہ بھی ان کے پیچھے ثابت قدمی سے لڑ رہا تھا' آخر ان کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ پورے ہوئے اور انہوں نے اسی طرح لڑتے لڑتے جام شہادت نوش کیا۔

☆☆☆

ابو حذیفہ پکار پکار کر کہہ رہے تھے۔

''اے لوگو......! اے اہل قرآن! اپنے کارناموں کے ذریعے قرآن کو عزت بخشو۔''

پھر خود بھی دشمن کی صفوں میں گھس گئے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے' ان کی شہادت کے بعد ان کا جھنڈا ان کے غلام سالم نے اٹھایا اور کہا۔

''اگر آج ثابت قدم نہ رہوں تو بدترین انسان ہوں گا۔''

چنانچہ وہ بھی لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

☆☆☆

ان آوازوں نے جو ایمان و یقین سے بھرپور دلوں سے نکل رہی تھی' مسلمانوں کے لشکر میں بہادری کی ایک نئی روح پھونک دی' زندگی ان کی نظروں میں حقیر بن گئی اور شہادت کی تمنا ہر دل میں مچلنے لگی' چنانچہ وہ اس بے جگری سے لڑے کہ تھوڑی ہی دیر میں مسیلمہ کے لشکر کو پہلی جگہ لا کھڑا کیا۔

مسلمان اگر دین حق کی خاطر لڑ رہے تھے تو مسیلمہ کا لشکر اپنے وطن اور حسب نسب کے لیے لڑ رہا تھا' اسی لیے مسلمانوں نے بنی حنیفہ سے زیادہ ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا اور انتہائی بے جگری سے لڑے۔

☆☆☆

حضرت خالدؓ یہ چاہتے تھے کہ جنگ طول نہ کھینچے اور مسلمانوں کو جلد فتح نصیب ہو جائے' اس مقصد کے لیے انہوں نے غور کیا' ایک بار میدان کا جائزہ لیا۔ اور انہوں نے دیکھا کہ بنو حنیفہ مسیلمہ کے گرد کٹ کر گر رہے ہیں اور مسیلمہ کی حفاظت میں موت کی بھی پروا نہیں کر رہے تھے' یہ دیکھ کر انہیں یقین ہو گیا کہ جلد فتح حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ مسیلمہ کو قتل کر دیا جائے' چنانچہ وہ اپنے آدمی لے کر آگے بڑھے اور مسیلمہ کے آدمیوں کے گرد گھیرا ڈال دیا اس کے بعد یہ کوشش کرنے لگے کہ کسی طرح مسیلمہ ان کے سامنے آ جائے' ادھر مسیلمہ کے آدمیوں نے بڑھ چڑھ کر حضرت خالدؓ پر حملے شروع کر دیے تا کہ وہ

مسیلمہ تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہو سکیں' اس طرح حضرت خالدؓ کے مقابلے میں جو بھی آیا' کھیرے ککڑی کی طرح کٹ مرا' بے شمار مرتد ان کے ہاتھوں جہنم میں پہنچے۔

جب مسیلمہ نے دیکھا کہ اس کے گرد اس کے ساتھیوں کی تعداد نہایت تیزی سے کم ہو رہی ہے' تو اس نے خود حضرت خالدؓ کے مقابلے میں آنے کا ارادہ کیا' لیکن اس خیال سے رک گیا کہ اگر وہ حضرت خالدؓ کے مقابلے میں نکلا تو ضرور مارا جائے گا' اس کے جاں نثار کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ اور اسے اپنی موت سامنے نظر آ رہی تھی...... وہ پریشان کھڑا سوچ رہا تھا کہ اب کیا کرے' کہ حضرت خالدؓ نے اس کے محافظوں پر ایک بھرپور حملہ کیا اور بہادری کے جوہر دکھانے لگے' یہ دیکھ کر مسیلمہ کے ایک ساتھی نے پکار کر پوچھا۔

''آپ کے وہ وعدے کہاں گئے جو اپنی فتح کے متعلق آپ نے ہم سے کیے تھے۔''

مسیلمہ کا حوصلہ اس وقت تک بالکل ختم ہو چکا تھا اور اس نے میدان جنگ سے بھاگنے کا ارادہ کر لیا تھا' چنانچہ اس نے پیٹھ پھیرتے ہوئے جواب دیا۔

☆☆☆

''اپنے حسب اور نسب کی خاطر لڑتے رہو۔''

لیکن اب وہ کیا لڑتے جب ان کا سردار انہیں مسلمانوں کی تلواروں کے

رحم و کرم پر چھوڑ کر انتہائی بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بھاگ کھڑا ہوا تھا۔

بنی حنیفہ کے ایک سردار محکم بن طفیل نے جب اپنے لوگوں کو بھاگتے اور مسلمانوں کو ان کا پیچھا کرتے دیکھا تو پکار پکار کر کہنے لگا۔

"اے بنو حنیفہ! باغ میں داخل ہو جاؤ۔"

اس باغ کا نام حدیقۃ الرحمن تھا' میدان جنگ سے قریب ہی تھا اور مسلیمہ کی ملکیت تھا' یہ بہت طویل و عریض باغ تھا اور قلعے کی طرح اس کے چاروں طرف بلند دیواریں کھڑی تھیں' محکم بن طفیل کی آواز سن کر لوگوں نے اس باغ کی طرف بھاگنا شروع کر دیا' جس میں مسلیمہ پہلے ہی داخل ہو چکا تھا' محکم اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ مسلمانوں کو بنی حنیفہ کے تعاقب سے روکنے لیے میدان جنگ ہی میں رہ گیا تھا' اس نے بہت بہادری سے مسلمانوں کا مقابلہ کیا اور آخر عبدالرحمن بن ابی بکر کے ایک تیر سے اس کا کام تمام ہو گیا۔

☆☆☆

مسلیمہ اور اس کی قوم باغ میں پناہ لے چکی تھی' مسلمانوں کے لیے باغ کا محاصرہ کر لینے اور مکمل فتح تک وہاں سے نہ ہٹنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا' چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا' باغ کے چاروں طرف مسلمانوں نے پڑاؤ ڈال دیا اور کوئی ایسی کمزور جگہ تلاش کرنے لگے جہاں سے باغ میں گھس کر اس کا دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو سکیں' لیکن انتہائی تلاش کے باوجود ایسی کوئی جگہ نہ ملی'

آخر براء بن مالک نے کہا۔

"مسلمانو! اب صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ تم مجھے اٹھا کر باغ میں پھینک دو' میں اندر جا کر دروازہ کھول دوں گا۔"

لیکن مسلمان یہ کس طرح گوارا کر سکتے تھے کہ ان کا ایک جری سپاہی ہزاروں دشمنوں میں گھس کر اپنی جان گنوا دے' انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا لیکن براء بھی ضد پر اڑ گئے اور بولے۔

"میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ تم مجھے باغ کے اندر پھینک دو۔"

آخر مجبور ہو کر مسلمانوں نے انہیں باغ کی دیوار پر چڑھا دیا' دیوار پر چڑھ کر جب براء نے دشمن کی زبردست جمعیت پر نظر دوڑائی تو ایک لمحے کے لیے ٹھٹھک گئے' لیکن پھر اللہ کا نام لے کر باغ کے دروازے کے سامنے کود پڑے اور دشمنوں سے دو دو ہاتھ کرتے' دائیں بائیں لوگوں کو قتل کرتے دروازے کی طرف بڑھنے لگے' آخر بیسیوں آدمیوں کو قتل کرنے کے بعد دروازے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے اور انہوں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔

☆☆☆

مسلمان باہر دروازہ کھلنے کے انتظار میں تھے' جونہی دروازہ کھلا' وہ باغ میں داخل ہو گئے اور تلواریں سونت کر بے دریغ دشمنوں کو قتل کرنے لگے۔ بنو حنیفہ مسلمانوں کے سامنے سے بھاگنے لگے' لیکن باغ سے باہر وہ کس طرح نکل

سکتے تھے' نتیجہ یہ ہوا کہ ہزاروں آدمی مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے...... باغ ایک ذبح خانے کا منظر پیش کرنے لگا' جہاں بھیڑ بکریوں کو ذبح کیا جاتا ہے' اس کارنامے میں کچھ دوسرے مسلمانوں نے بھی حضرت براء کی مدد کی تھی وہ اس طرح کہ وہ اس کے بعد میں دیوار پر چڑھے تھے اور تیروں کے ذریعے دشمنوں کی زیادہ تعداد کو براء سے دور رکھنے کی شاندار کوشش کی تھی۔

☆☆☆

اس عالم میں بھی، بنو حنیفہ نے کافی بہادری دکھائی' لیکن مسلمانوں کے سامنے ان کی ایک نہ چلی' دونوں طرف کے بے شمار آدمی اس معرکے میں مارے گئے' بنو حنیفہ کے آدمیوں کی تعداد مسلمانوں کے مقابلے میں بیسیوں گنا تھی' حبشی غلام وحشی' جس نے جنگ احد میں حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کو شہید کیا تھا' اس موقعے پر موجود تھا' وہ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہو گیا تھا' اس نے مسلیمہ کو باغ میں دیکھ لیا اور اپنا چھوٹا سا نیزہ تاک کر مسلیمہ کے مارا جو سیدھا اسے جا کر لگا' عین اسی وقت ایک انصاری نے بھی مسلیمہ پر تلوار کا وار کیا اور مسلیمہ موت کے گھاٹ اتر گیا۔

بنو حنیفہ نے مسلیمہ کی موت کی خبر سنی تو ان کے حوصلے پست ہو گئے' مسلمانوں نے انہیں بے تحاشا قتل کرنا شروع کر دیا' عرب میں اس وقت تک جتنی بھی جنگیں ہوئی تھیں' جنگ یمامہ سے بڑھ کر کسی میں بھی اتنی خونریزی نہیں

ہوئی تھی' اس لیے اس باغ کا نام حدیقۃ الرحمٰن کی بجائے حدیقۃ الموت پڑ گیا۔ اور آج تک تاریخ کی کتابوں میں یہی نام آتا ہے۔

☆☆☆

اس جنگ میں جہاں بنی حنیفہ کے مرنے والوں کی تعداد پچھلی تمام جنگوں سے زیادہ تھی' وہاں مسلمان شہدا کی تعداد بھی پچھلی تمام جنگوں سے زائد تھی۔ تقریباً بارہ سو مسلمان شہید ہوئے' ان شہدا میں تین سو تیرہ بڑے صحابہ اور قرآن کے حافظ بھی تھے' جن کا مقام اور درجہ مسلمانوں میں بے حد بلند تھا...... اگرچہ ان حافظوں کی شہادت سے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچا' لیکن بعض اوقات ایک نقصان وہ چیز بھی آخر فائدے کا سبب بن جاتی' چنانچہ اس کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ حضرت ابوبکرؓ نے اس ڈر سے کہ کہیں آئندہ جنگوں میں بقیہ حافظوں سے بھی مسلمانوں کو ہاتھ دھونے پڑیں' قرآن جمع کرنے کا حکم دیا اور اس طرح پہلی مرتبہ قرآن کریم ایک جلد کی شکل میں آ گیا۔

☆☆☆

مسلمانوں کی بھاری تعداد کے شہید ہو جانے سے ان کے رشتے داروں کو بڑے صدمے سے دوچار ہونا پڑا' تاہم یہ خوشی بھی تھی کہ مسلمانوں کی فتح ہوئی تھی' حضرت عمرؓ بن خطاب کے بیٹے حضرت عبداللہ جنگ یمامہ میں بہادری کے عظیم

کارنامے انجام دینے کے بعد مدینے واپس آئے تو ان کے والد نے کہا۔

"جب تمہارے چچا زید شہید ہو گئے تھے تو تم واپس کیوں آ گئے اور کیوں نہ اپنا چہرہ مجھ سے چھپا لیا۔"

صرف حضرت عمرؓ کا ہی یہ حال نہ تھا' کے اور مدینے کے سینکڑوں گھرانے اپنے بہادروں اور سپوتوں کی شہادت پر خون کے آنسو بہا رہے تھے۔

☆☆☆

مسلیمہ کے بعد مرتدوں کی کمر ٹوٹ گئی اور اسلامی فتوحات کا زور شروع ہوا' بحرین' عمان' مہرہ' یمن کندہ اور حضر موت فتح کر لیے گئے' اس طرح مرتدوں کا خاتمہ ہو گیا' ان جنگوں کی تفصیل میں اگر جائیں تو ایک اور کتاب لکھنا پڑے گی' لیکن ہمارا موضوع چونکہ صرف صدیقؓ کی باتیں ہیں' اس لیے ہم تفصیل میں نہیں جائیں گے' مرتدوں کے بعد اسلامی فتوحات کا دائرہ اور بھی وسیع ہو گیا' ادھر روم اور ایران آپس میں لڑ لڑ کر کمزور ہو چکے تھے' جنگ یمامہ کے بعد حضرت خالد کو عراق پر چڑھائی کے لیے بھیجا گیا' اس وقت حضرت خالدؓ کے لشکر کی تعداد بہت کم ہو چکی تھی' کیونکہ جنگ یمامہ میں بہت نقصان اٹھانا پڑا تھا' حضرت خالدؓ نے کمک بھیجنے کے لیے لکھا تو حضرت ابوبکرؓ نے صرف ایک آدمی قعقاع بن عمرو التمیمی کو ان کی مدد کے لیے روانہ فرمایا' لوگوں کو بہت تعجب ہوا اور انہوں نے عرض کی۔

"آپؓ خالدؓ کی مدد کے لیے صرف ایک آدمی کو روانہ کر رہے ہیں' جب کہ لشکر کا بیشتر حصہ اب ان سے الگ ہو چکا ہے۔"

یہ سن کر آپؓ نے فرمایا۔

"جس لشکر میں قعقاعؓ جیسے شخص موجود ہو' وہ کبھی شکست نہیں کھا سکتا۔"

صرف قعقاعؓ تک ہی یہ بات نہ تھی ایک بار عیاض بن غنم نے بھی ان سے مدد مانگی تھی تو انہوں نے عبد بن عوف الحمیری کو ان کی مدد کے لیے روانہ فرمایا تھا اور لوگوں کے پوچھنے پر یہی جواب تھا جو قعقاع کے بھیجنے پر دیا' عراق کی جنگ کے لیے ایک اور سالار مثنیٰ بن حارث پہلے ہی اپنی فوج کے ساتھ روانہ کیے جا چکے تھے' حفیر کے مقام پر ان کا سامنا ہرمز کے لشکر سے ہوا یہ بہت چال باز تھا' لڑائی شروع کرنے سے پہلے ہرمز اپنی صفوں سے باہر نکلا اور حضرت خالدؓ کو دعوت دی کہ وہ کچھ بات چیت کرنا چاہتا ہے اسے حضرت خالدؓ کے بارے میں اچھی طرح معلوم تھا کہ وہ کس قدر بہادر' جری اور عظیم سپہ سالار ہیں' وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے حضرت خالدؓ پر قابو پا کر انہیں قتل کر دیا تو اسے آدھی فتح تو اسی وقت حاصل ہو جائے گی' لیکن اسے یہ بھی معلوم تھا کہ خالدؓ پر قابو پانا آسان کام نہیں' اس لیے اس نے دھوکا دینے کا پروگرام بنا لیا اور اپنے پندرہ بیس سواروں کو ادھر ادھر چھپا دیا اور انہیں سمجھا دیا کہ جونہی خالدؓ نزدیک آئیں ان پر ٹوٹ پڑنا اور قتل کر دینا۔

ادھر حضرت خالدؓ نے ہرمز کی گفتگو کی دعوت سنی تو گھوڑے سے اتر کر پیدل ہی چل پڑے' جونہی وہ نزدیک پہنچے' ہرمز کے ساتھی شور مچاتے ہوئے ان پر حملہ آور ہوئے' یہ دیکھ کر حضرت خالدؓ نے بھی تلوار سونت لی اور جوش وخروش کے عالم میں تلوار چلانے لگے۔

ادھر قعقاع ؓبن عمرو بہت غور سے دشمن کی نقل وحرکت کا پہلے سے ہی جائزہ لے رہے تھے کہ انہوں نے دشمنوں کی چال کو بھانپ لیا' فوراً اپنے دستے کے ساتھ ادھر کا رخ کیا' اس دوران حضرت خالدؓ ہرمز کی گردن اڑا چکے تھے۔

اب دونوں فریقوں میں جنگ ہونے لگی' لیکن ہرمز کے مارے جانے کے بعد ایرانیوں کی کمر ٹوٹ چکی تھی' زیادہ دیر تک مسلمانوں کے مقابلے میں نہ ٹھہر سکے اور شکست کھا کر بھاگنے لگے۔ مسلمانوں نے رات کے اندھیرے میں دشمن کا تعاقب کیا' اور دریائے فرات کے بڑے پل (جسر اعظم) تک جہاں آج کل بصرہ آباد ہے' انہیں قتل کرتے چلے گئے۔

اور اس طرح ایرانیوں نے جو گڑھا حضرت خالدؓ کے لیے کھودا تھا' وہ خود اس میں گر گئے...... حضرت خالدؓ نے مال غنیمت کا پانچواں حصہ حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں بھیج دیا' اس کے ساتھ ہرمز کی بیش قیمت ٹوپی اور ایک ہاتھی بھی بھیجا' جسے مسلمانوں نے لڑائی کے دوران پکڑا تھا' کیونکہ ایرانی جنگی ہاتھیوں کو بھی میدان جنگ میں لائے تھے۔

اہل مدینہ نے اس سے پہلے ہاتھی کبھی نہیں دیکھا تھا' ابرہہ کا ہاتھی ضرور دیکھا تھا لیکن وہ بہت پہلے کی بات تھی' اس لیے جب عراق سے آتے ہوئے ہاتھی کے مہاوت نے اسے مدینے کی گلیوں میں پھیرایا تو اس عجیب وغریب ہاتھی کو دیکھ کر اہل مدینہ کی حیرت کی کوئی حد نہ رہی' حضرت ابوبکرؓ کو ہاتھی مدینے میں رکھنے کا کوئی فائدہ نظر نہ آیا' انہوں نے اسے مہاوت کے ساتھ واپس عراق بھیج دیا۔

ہرمز کی شکست کی اطلاع ایرانیوں کے شہنشاہ اردشیر کو ملی تو وہ ایک عظیم الشان لشکر لے کر مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کے لیے نکلا' ادھر مثنیؓ اور حضرت خالدؓ لشکر جرار لے کر میدان میں پہنچ گئے' ہرمز کی شکست نے ایرانیوں کے دلوں میں ایک آگ سی لگا دی تھی اور ہر کوئی مسلمانوں سے انتقام لینے کے لیے بے چین تھا۔ ان جنگوں میں خالدؓ اکثر ایک جملہ دشمنوں سے کہا کرتے تھے' وہ یہ تھا۔

''میں ایسے لوگوں کو لے کر تمہارے پاس آ رہا ہوں' جو موت کے اتنے ہی عاشق ہیں جتنے تم زندگی کے۔''

لڑائی شروع ہوئی' مسلمان اس بے جگری سے لڑے کہ ایرانیوں کے چھکے چھڑا دیے' ان کی تلواروں نے بڑے بے دردی سے ایرانیوں کے سر اُڑانے شروع کر دیے' ان کے بڑے بڑے سردار پہلے ہی حملے میں مارے گئے' ایرانی ان سرداروں کے مارے جانے سے بوکھلاہٹ میں مبتلا ہو گئے' مسلمانوں نے ان کی بوکھلاہٹ سے فائدہ اٹھایا اور انہیں گھیر گھیر کر قتل کرنا شروع کیا' اچانک

ایرانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور تھوڑی دیر بعد وہ لشکر جو اپنی طاقت اور قوت پر فخر کر رہا ہے' جسے فتح یقینی نظر آ رہی تھی' اس بری طرح بھاگ رہا تھا جیسے بھیڑ بکریاں شیر کو دیکھ کر بھاگتی ہیں' اس دن تیس ہزار ایرانی میدان جنگ میں قتل ہوئے' اگر ایرانی فوج کا زیادہ تر حصہ کشتیوں میں سوار ہو کر پار نہ اتر جاتا تو اس دن ایک ایرانی بھی مسلمانوں کے ہاتھوں نہ بچتا' کشتیوں کا انتظام انہوں نے پہلے ہی کر رکھا تھا۔

حضرت خالدؓ فتح کے بعد بھی کچھ عرصہ مذار میں ہی رہے' مال غنیمت کا پانچواں حصہ فتح کی خوش خبری کے ساتھ انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں ارسال کیا۔

جنگ میں شامل ہونے والے ایرانیوں کے ساتھ جس قدر سختی برتی گئی' وہاں کی رعایا کے ساتھ اتنا ہی نرم سلوک کیا گیا' ان تمام لوگوں کو کچھ نہ کہا گیا جنہوں نے جزیہ دینا منظور کر لیا' کاشت کاروں کو ان کی زمینوں پر برقرار رکھا گیا۔

اس کے بعد جنگ ولجہ میں بھی ایرانیوں کو شکست فاش ہوئی' جنگ الیس میں عربی نسل کے عیسائیوں کو شکست دی' اس جنگ میں عیسائی عربوں کا ساتھ ایرانیوں نے بھی دیا' اس جنگ میں فتح کی خبر جب مال غنیمت کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ کے پاس پہنچی تو انہوں نے فرمایا۔

"خالدؓ جیسا آدمی اب شاید ہی پیدا ہو۔"

اردشیر مذار کی جنگ سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا' اسے الیس میں شکست کی خبر ملی تو صدمے کو برداشت نہ کر سکا اور اس دنیا سے رخصت ہو گیا' الیس سے فارغ کر خالدؓ نے حیرہ کا رخ کیا' شکست کھائے ہوئے تمام ایرانی اب یہاں جمع ہو چکے تھے' اور ان کا حاکم آزاذبہ تھا' حیرہ کے علاقے میں بہت سے قلعے تھے' آزاذبہ اور دوسرے سردار خالدؓ سے خوفزدہ ہو کر ان قلعوں میں بند ہو گئے' حضرت خالدؓ نے ان قلعوں کا محاصرہ کر لیا...... مسلمانوں کے حوصلے جوان تھے' حضرت خالدؓ نے ان لوگوں کو پیغام بھیجا' یا تو وہ اسلام قبول کر لیں یا جزیہ دینا قبول کر لیں' ورنہ جنگ کے لیے تیار ہو جائیں' انہوں نے اسلامی فوج پر پتھر برسانے شروع کر دیے' مسلمان بھی جواب میں ایرانیوں پر تیروں کا مینہ برسانے لگے' جس سے ان کے بے شمار سپاہی ہلاک ہو گئے' یہ دیکھ کر اہل حیرہ بہت گھبرائے' شہر میں پادریوں اور راہبوں کی ایک بڑی تعداد موجود تھی' انہوں نے ایرانی سرداروں سے فریاد کی کہ اس خونریزی کی ساری ذمے داری تم پر ہے' خدا کے لیے سنگ باری بند کر دو اور لوگوں کو اس مصیبت سے نجات دلاؤ۔

آخر قلعوں کے سرداروں نے صلح پر رضامندی ظاہر کر دی' چنانچہ مسلمانوں نے تیر اندازی بند کر دی' خالدؓ نے بڑی کوشش کی کہ وہ لوگ اسلام قبول کر لیں' لیکن وہ نہ مانے اور عیسائی مذہب چھوڑنے پر تیار نہ ہوئے' آخر

خالدؓ نے ایک لاکھ نوے ہزار درہم سالانہ جزیے پر صلح کی اور اس سلسلے میں عہد نامہ بھی لکھا گیا' اس عہد نامے میں درج تھا کہ اگر اہل حیرہ جزیے کی یہ سالانہ رقم باقاعدگی سے ادا کرتے رہے تو مسلمان ان کی حفاظت کریں گے' حفاظت میں ناکام رہے تو جزیہ نہیں لیا جائے گا' یہاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ اہل حیرہ نے جزیے کی رقم کے علاوہ کچھ تحائف بھی حضرت خالدؓ کی خدمت میں پیش کیے' یہ تحائف انہوں نے جزیے کی رقم کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں بھیج دیے' انہوں نے حضرت خالدؓ کو کہلا بھیجا۔

''اگر یہ تحفے جزیے میں شامل ہیں' تب تو ٹھیک ہے' لیکن اگر یہ جزیے سے الگ ہیں تو انہیں جزیے کی رقم میں شامل کر کے باقی رقم اہل حیرہ کو واپس کر دو۔''

☆☆☆

حیرہ کے بعد انبار' عین التمر فتح ہوئے' یہاں سے وہ دومۃ الجندل کی طرف روانہ ہوئے اور ایک سال کی مسلسل جنگ کے بعد دومۃ الجندل کو بھی فتح کیا' یہاں سے وہ پھر عراق پہنچے اور حصید' خنافس اور مصیخ فتح کیے' اس کے بعد فراض کی فتح کا مرحلہ ان کے سامنے تھا' جہاں رومی آباد تھے' یہاں انہیں ایک ماہ تک رہنا پڑا' وہ چاروں طرف سے دشمنوں میں گھرے ہوئے تھے' مشرقی جانب رومی تھے' جو ان کے خون کے پیاسے تھے' مغربی جانب رومی تھے......! جن کا یہ

خیال تھا کہ اگر اس وقت خالد کی جماعت کو تباہ نہ کیا گیا تو پھر یہ سیلاب روکے نہ رکے گا' رومیوں اور مسلمانوں کے درمیان صرف دریائے فرات تھا' ان کے علاوہ چاروں طرف بدوی قبائل آباد تھے' جن کے بڑے بڑے سردار خالدؓ کے ہاتھوں مارے گئے تھے' ان کے دلوں میں بھی انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی' دوسری طرف ایرانی رومیوں کی مدد کرنے پر تیار ہو گئے' رومی پہلی مرتبہ حضرت خالدؓ کے مقابل آئے تھے' انہیں ابھی تک خالدؓ کے حملوں کی شدت کا کوئی اندازہ نہ تھا' جب برابر ایک ماہ تک اسلامی فوجیں حرکت میں نہ آئیں تو انہیں بہت جوش آیا' انہوں نے ایرانیوں اور دوسرے قبائل سے مدد مانگی اور مسلمانوں کے لیے ایک لشکر جرار لے کر روانہ ہوئے' دریائے فرات پر پہنچ کر انہوں نے مسلمانوں کو کہلا بھیجا۔

''تم دریا کو عبور کر کے ہماری طرف آؤ گے' یا ہم دریا عبور کر کے تمہاری طرف آئیں۔''

''تمہی ہماری طرف آ جاؤ۔'' حضرت خالدؓ نے انہیں پیغام بھیجا۔

چنانچہ دشمن کا لشکر دریا عبور کر کے دوسری طرف اترنا شروع ہوا' اس دوران خالدؓ نے اپنے لشکر کو ترتیب دے لیا تھا' لڑائی شروع ہوئی تو رومی لشکر کے سپہ سالار نے فوج کو حکم دیا کہ تمام قبائل الگ الگ ہو جائیں تاکہ پتا چلے' کس گروہ نے زیادہ شاندار کارنامہ انجام دیا ہے' چنانچہ ساری فوج الگ الگ ہو گئی'

لڑائی شروع ہوئی تو خالدؓ نے اپنے دستوں کو حکم دیا کہ وہ چاروں طرف سے دشمن کو گھیر لیں اور انہیں ایک جگہ جمع کر کے اس طرح پے در پے حملے کریں کہ سنبھلنے کا موقع نہ مل سکے' چنانچہ ایسا ہی ہوا' اسلامی دستوں نے رومی لشکر کو گھیر کر ایک جگہ جمع کر لیا اور ان پر زور شور سے حملے شروع کر دیے' رومیوں کا خیال تھا کہ وہ قبائل کو علیحدہ علیحدہ بھیج کر لڑائی کو طول دے سکیں گے اور جب مسلمان تھک کر چور ہو جائیں گے تو ان پر بھرپور حملہ کر کے انہیں مکمل طور پر شکست دے دیں گے......

لیکن ان کا خیال خام ثابت ہوا اور ان کی تدبیر خود ان پر الٹ پڑی' جب مسلمانوں نے انہیں ایک جگہ جمع کر کے ان پر حملے شروع کیے تو وہ ان حملوں کی تاب نہ لا سکے' اور بہت جلد شکست کھا کر میدان جنگ سے فرار ہونے لگے' لیکن مسلمانوں نے ان کا دور تک پیچھا کیا اور انہیں قتل کرتے چلے گئے' اس جنگ میں دشمن کے ایک لاکھ آدمی مارے گئے......

☆☆☆

شام اس وقت رومیوں کا مرکز تھا اور زبردست طاقت کا گڑھ تھا' شام پر حملے سے پہلے حضرت ابوبکرؓ نے بڑے بڑے صحابہ سے مشورہ کیا' سب لوگ باقاعدہ حملہ کرنے کے حق میں نہیں تھے' ان کا خیال تھا کہ کچھ عرصے تک جھڑپیں جاری رکھی جائیں' لیکن ابوبکرؓ نے اسے پسند نہ فرمایا اور باقاعدہ حملے کی تیاری کرنے کا حکم دیا۔

اس سلسلے میں خود حضرت ابوبکرؓ کی مصروفیات بہت بڑھ گئیں' باقی تمام کام انہوں نے چھوڑ دیئے' اور صرف شام پر حملے کے انتظامات میں لگ گئے' جریر بن عبداللہ' خالد بن سعید کی فوج میں شامل تھے' وہ ان سے اجازت لے کر شام سے مدینہ آئے اور ابوبکرؓ کی خدمت میں بعض ذاتی مطالبات پیش کیے...... ابوبکرؓ کو بہت غصہ آیا، انہوں نے فرمایا۔

''تمہیں معلوم ہے' مسلمان اس وقت ایران اور روم دو شہروں کے مقابلے میں جنگ لڑ رہے ہیں' اور تمہیں اس وقت اپنے مطالبات کی پڑی ہے' تم فوراً عراق پہنچ کر خالدؓ بن ولید کی فوج میں شامل ہو جاؤ اور مطالبات کسی اور وقت کے لیے اٹھا رکھو۔''

حضرت ابوبکرؓ کا یہ جواب سننے کے بعد جریر حیرہ چلے گئے جہاں اس وقت خالدؓ بن ولید ٹھہرے ہوئے تھے' حضرت ابوبکرؓ کو اپنی ذمے داریوں کا اس قدر احساس تھا کہ انہوں نے مدینے سے باہر نہ جانے کی قسم کھالی تھی' ان کے دن رات مدینے میں گزرنے لگے تھے' ہر وقت یہی سوچتے رہتے کہ فوجوں کو کس طرح کمک پہنچائی جائے' فلاں علاقے کی بغاوت کس شخص کے ذریعے کچلی جائے' فتح کیے ہوئے علاقوں کے لوگوں سے کیسا سلوک کیا جائے اور ان علاقوں کا انتظام کس طرح کیا جائے۔

ایران سے بھاری مقدار میں مال غنیمت آنا شروع ہوا' تو حضرت ابوبکرؓ

سے عرض کی گئی کہ بیت المال کی نگرانی اور حفاظت کے لیے کسی شخص کو مقرر کر دیں' لیکن انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا' کیونکہ جتنا مال ان کے پاس آتا تھا وہ اسی وقت تقسیم کر دیتے تھے اور بیت المال میں اتنا بچتا ہی نہ تھا کہ اس کی حفاظت کے لیے نگران کی ضرورت پڑتی۔

ایک مرتبہ ان کے عہد خلافت میں مدینے کے قریب قبیلہ بنو سلیم میں سونے کی ایک کان دریافت ہوئی' سونا کافی قیمتی دھات ہے لیکن انہوں نے معمول کے مطابق کان سے حاصل ہونے والا سونا بھی مسلمانوں میں تقسیم کر دیا اور کچھ بچا کر نہ رکھا۔

☆☆☆

مال کی تقسیم برابر برابر کرتے تھے' ابتدائی دور کے مسلمانوں اور بعد میں اسلام قبول کرنے والے لوگوں اور غلاموں' مردوں اور عورتوں میں کسی قسم کا فرق نہیں کرتے تھے' بعض لوگوں نے ان سے کہا بھی کہ عورتوں کو وظائف ان کے مرتبے کے مطابق کیوں بہتر نہیں کرتے۔ آپؓ نے یہ جواب دے کر انہیں خاموش کر دیا۔

''جو لوگ ابتدا میں ایمان لائے وہ اپنا اجر آخرت میں اللہ سے پالیں گے' دنیا میں انہیں وہی کچھ ملے گا جو دوسرے مسلمانوں کو ملتا ہے۔''

☆☆☆

حضرت ابوبکرؓ نے شام کی فتح کے لیے زبردست تیاریاں کیں' مختلف علاقوں سے لشکر جمع کیے' کیونکہ اس وقت خالدؓ بن ولید یمن میں مصروف جنگ تھے' اس طرح مدینے میں بے شمار لشکر پہنچ گئے۔

ادھر رومیوں نے شام کی سرحد پر بسنے والے قبائل اور عیسائیوں کو ہدایت کی کہ وہ سرحد پر ایک دیوار بن کر کھڑے ہو جائیں اور مسلمانوں کو کسی طرح بھی شامی حدود میں قدم نہ رکھنے دیں' چنانچہ ان قبائل نے کثیر فوج سرحد پر جمع کی' رومی بھی زبردست تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔

خالدؓ بن سعید حضرت خالدؓ بن ولید سے پہلے ہی شام کی سرحدوں پر موجود تھے' انہوں نے ان زبردست تیاریوں کی اطلاع مدینے بھیجی اور جنگ کی ابتدا کی اجازت مانگی تو دربار خلافت سے جواب آیا۔

''تمہاری درخواست پر تمہیں پیش قدمی کی اجازت دی جاتی ہے لیکن حملہ کرنے میں پہل نہ کرنا اور ہمیشہ اللہ سے مدد مانگتے رہنا۔''

یہ اجازت ملنے پر خالدؓ بن سعید آگے بڑھے...... قبائلیوں نے جو اسلامی لشکر کو بڑھتے دیکھا تو مقابلہ کیے بغیر ہی بھاگ کھڑے ہوئے' خالدؓ بن سعید نے ان کا چھوڑا ہوا سامان قبضے میں کر لیا اور حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں اس پہلی فتح کی خبر بھیجی' وہاں سے جواب آیا۔

''آگے بڑھتے جاؤ' لیکن جب تک تمہارے پاس مزید فوجیں نہ پہنچ

جائیں، خود دشمن پر حملہ کرنے سے پرہیز کرو۔"

چنانچہ خالدؓ بن سعید آگے بڑھتے چلے گئے، بحر مردار کے مشرقی ساحل کے قریب مقام قسطل پر انہیں ایک اور رومی لشکر کا سامنا کرنا پڑا، انہوں نے اسے بھی شکست دی اور پیش قدمی جاری رکھی، یہ دیکھ کر رومیوں اور اہل شام کو بہت غصہ آیا، انہوں نے پہلے سے بھی زیادہ زور شور سے جنگی تیاریاں شروع کر دیں، ادھر مدینے سے اسلامی لشکر روانہ ہونے شروع ہو گئے تھے، حضرت ابوبکرؓ کو ان کی کامیابی کا پورا یقین تھا اور خدائی امداد پر کامل بھروسہ تھا وجہ یہ تھی کہ رومی ایرانیوں سے بہتر نہیں تھے، جب سے انہوں نے ایرانیوں پر غلبہ حاصل کیا تھا، انہیں عیش و آرام کے سوا کوئی کام نہ تھا، سرحدوں کی حفاظت کا سارا کام انہوں نے بدوی قبائل پر چھوڑ رکھا تھا۔

خالدؓ بن سعید آگے بڑھتے چلے گئے، انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کی ہدایت کا خیال نہ کیا اور کمک کے بغیر ہی رومی فوجوں کے سپہ سالار اعظم باہان پر حملہ کرنا چاہا، تاکہ حضرت خالدؓ بن ولید کی طرح کامیابی حاصل کر کے دکھا دیں، لیکن باہان پیچھے ہٹتا چلا گیا، اس طرح خالد بن سعید اس کے گھیرے میں آ گئے، خالدؓ بن سعید کی آنکھیں اس وقت کھلیں جب ان کا لشکر مکمل طور پر گھر چکا تھا، انہوں نے عکرمہؓ بن ابوجہل کو سالار مقرر کیا اور خود مدینے کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے اور حضرت ابوبکرؓ کو اطلاع دی، حضرت ابوبکرؓ نے انہیں بہت سخت خط لکھا اور

مدینے میں آنے سے منع کر دیا، اس واقعے کے باوجود حضرت ابوبکرؓ کے عزم اور حوصلے میں کوئی فرق نہ آیا اور جب انہیں اطلاع ملی کہ عکرمہؓ بن ابوجہل اور ذوالکلاع حمیری اسلامی لشکر کو رومیوں کے گھیرے سے بچا کر واپس سرحد پر لے آئے ہیں، اور وہاں مدد کے منتظر ہیں تو ابوبکرؓ نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر کمک بھیجنے کا انتظام شروع کر دیا۔

آپؓ نے شرجیل بن حسنہ کو ایک لشکر کے ساتھ عکرمہ بن ابوجہل کے پاس پہنچنے کا حکم دیا، اس کے بعد یزید بن ابی سفیان کو مکے کی فوج دے کر روانہ کیا، معاویہؓ بن ابی سفیان کو بھی بھیجا، اسی پر بس نہ کی، بلکہ ابوعبیدہ بن جراح کو حمص کا والی بنا کر ایک بھاری لشکر کے ساتھ شام کی طرف کوچ کا حکم دیا اور لشکروں کو روانہ کرتے ہوئے آپ اس قسم کی نصیحتیں فرماتے۔

"اپنے لشکر کے ساتھ اچھی طرح رہنا، انہیں نصیحت کرتے وقت مختصر بات کرنا، کیونکہ زیادہ باتیں کرنے سے بعض حصے بھول جاتے ہیں، دوسروں کو نصیحت کرنے سے پہلے اپنی اصلاح کرنا، اس طرح لوگ بھلائی سے پیش آئیں گے، دشمن کے ایلچیوں کی عزت کرنا اور انہیں زیادہ دیر پاس نہ بٹھانا، کہ جب وہ باہر نکلیں تو تمہارے جنگی رازوں کے متعلق کچھ معلوم نہ کر لے جائیں، جب وہ تمہارے پاس آئیں تو انہیں لشکر کے سب سے زیادہ شاندار حصے میں بٹھانا، ہمیشہ سچی بات کہنا، تاکہ صحیح مشورہ ملے، راتوں کو اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھنا،

اس طرح تمہیں ہر طرح کی خبریں مل سکیں گی' لشکر میں پہرے کا انتظام کرنا اور پہرے والے سپاہیوں کو سارے لشکر میں پھیلا دینا' اکثر ان کا اچانک معائنہ بھی کرنا' اگر کسی ایسے شخص کو سزا دو جو اس کا مستحق ہو تو کسی قسم کا خوف دل میں نہ لانا' بزدلی نہ دکھانا' کیونکہ اس طرح دوسرے بھی بزدلی دکھائیں گے۔''

راستے کی جھڑپوں کے بعد یہ لشکر آخر کار عکرمہؓ کے لشکر کے آس پاس پہنچ گیا' مسلمان فوجوں کی کل تعداد تیس ہزار کے لگ بھگ تھی' لیکن ان کے مقابلے میں رومی افواج دو لاکھ چالیس ہزار تھی' رومی فوجوں میں سب سے بڑا لشکر ہرقل کے بھائی تدارق کا تھا' جو نوے ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھا' یہ لشکر عمرو بن عاص کے سامنے ڈٹا کھڑا تھا' ابوعبیدہؓ کے مقابلے میں فیقار بن نسطوس کا لشکر تھا' اس کی تعداد ساٹھ ہزار تھی' شرجیلؓ بن حسنہ کے مقابلے کے لیے دراقص کی چالیس ہزار فوج تھی' یزید بن ابی سفیان سے لڑائی کے لیے جرجہ بن تدار کو بھیجا گیا تھا' ہرقل خود حمص میں مقیم تھا' اور تمام حالات پر کڑی نظر رکھے ہوئے تھا' ادھر حضرت ابوبکرؓ کو پل پل کی خبریں مل رہی تھی۔

ہرقل کا بھائی تدارق وہ آدمی تھا جس نے ایرانیوں کو شکست دی تھی' رومیوں کے ان عظیم الشان ...... لشکروں کو دیکھا تو مسلمانوں کے اوسان خطا ہو گئے' انہوں نے عمروؓ بن عاص کے پاس قاصد بھیج کر ان کی رائے طلب کی' انہوں نے مشورہ دیا کہ اس وقت علیحدہ علیحدہ مقابلہ کرنا سودمند نہ ہوگا' تمام

مسلمانوں کو ایک لشکر کی صورت میں لڑنا چاہیے۔

حضرت ابوبکرؓ کی طرف سے بھی یہی مشورہ موصول ہوا' ان کے خط کے الفاظ یہ تھے۔

''اکٹھے ہو کر ایک لشکر کی شکل اختیار کر لو اور متحد ہو کر دشمن سے مقابلے کے لیے نکلو' تم اللہ کے مددگار ہو' جو شخص اللہ کا مددگار ہوگا' اللہ بھی اس کی مدد کرے گا' لیکن جو اس کا انکار کرے گا اور ناشکری کا ثبوت دے گا' اللہ بھی اسے چھوڑ دے گا' گناہوں سے بالکل پرہیز کرو' اللہ تمہارا حافظ اور مددگار ہو۔''

چاروں اسلامی لشکروں نے ان مشوروں کے مطابق یکجا ہو کر دمشق کے راستے میں دریائے یرموک کے بائیں کنارے پر پڑاؤ ڈال دیا' تدارق نے یہ دیکھا تو اپنی پوری قوت دریا کے دائیں کنارے پر لے آیا لیکن یہ اس کی بہت بڑی غلطی تھی' اس کے لشکر کے تین طرف پہاڑ تھے اور سامنے مسلمانوں کا لشکر' اس طرح وہ گھر کر رہ گیا' عمرو بن عاص نے یہ دیکھا تو چلا اٹھے۔

''مسلمانو! تمہیں خوش خبری ہو' رومی خود بخود گھیرے میں آگئے ہیں اور گھیرے میں آجانے والی فوج گھیر لینے والی فوج سے مشکل ہی بچتی ہے' دو ماہ تک معمولی جھڑپیں ہوتی رہیں' فیصلہ کن جنگ شروع نہ ہو سکی' آخر ان حالات کی خبر حضرت ابوبکرؓ کو دی گئی انہوں نے حضرت عمرؓ' حضرت علیؓ اور دیگر صحابہ سے مشورہ کیا' آخر اس نتیجے پر پہنچے کہ ان لشکروں میں حضرت خالدؓ بن ولید کی کمی ہے'

آپؓ نے حضرت خالدؓ کو شام کی سرحد پر پہنچنے کا حکم بھیجا' حضرت خالدؓ نے اپنی فوج کا نصف حصہ مثنیٰ بن حارثہ کے پاس چھوڑا' باقی نصف حصہ ساتھ لیا اور شام کی سرحد پر پہنچ گئے آخر رومی لشکر حرکت میں آیا۔ حضرت خالدؓ نے اسلامی لشکر کو اڑتیس دستوں میں تقسیم کیا' ہر دستے میں کم وبیش ایک ہزار سپاہی تھے۔

دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو رومی فوج کے سالار جرجہ نے حضرت خالدؓ کو مناظرے کے لیے للکارا' حضرت خالدؓ فوراً نکل آئے اور دونوں لشکروں کے درمیان آپس ملے' دونوں میں باتیں ہونے لگیں' ابھی یہ گفتگو جاری تھی کہ کافروں نے مسلمانوں پر زور شور سے حملہ کر کے انہیں پیچھے ہٹا دیا' یہ دیکھ کر عکرمہ چلا اٹھے۔

''میں رسول اللہ جیسے مقدس انسان سے ہر میدان میں لڑتا رہا ہوں' کیا آج کی لڑائی میں تم سے ڈر کر بھاگ جاؤں گا' خدا کی قسم ایسا کبھی نہیں ہوگا۔'' (ایمان لانے سے پہلے وہ کافروں کی طرف لڑتے رہے تھے) یہ کہہ کر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف مڑے اور بولے۔

''آؤ موت کے لیے کون بیعت کرتا ہے؟''

یہ سن کر ضرار بن ازور' حارث بن حشام' ان کے لڑکے عمرو بن عکرمہ اور چار سو دوسرے بہادر اور معزز مسلمانوں نے عکرمہ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کر لی جس کا مطلب یہ تھا کہ فتح حاصل کر کے رہیں گے یا شہید! اہم بات یہ ہوئی

کہ عین اسی وقت جرجہ نے خالدؓ سے بات چیت کے نتیجے میں اسلام قبول کر لیا اور اپنا دستہ لے کر مسلمانوں سے مل گیا' رومیوں میں بدحواسی پھیل گئی' خالدؓ نے رومیوں کو پیچھے ہٹتے دیکھا تو زبردست حملے کا حکم دیا' عکرمہ کا زور ہی حد سے بڑھ گیا تھا' اوپر سے خالدؓ کے لشکر نے قیامت ڈھانا شروع کر دی' رومیوں کے لیے بھاگنے کا بھی کوئی راستہ نہ تھا' پیچھے راقوصہ کی ہولناک گھاٹی اور گہرے کھڈ' ان کا راستہ روکے ہوئے تھے اور سامنے سے مسلمانوں کا لشکر انہیں بے دریغ قتل کرتا آگے بڑھ رہا تھا' خالدؓ تلوار ہاتھ میں لیے سب سے آگے تھے' اس موقع پر مسلمان عورتیں بھی اپنے مردوں سے کم نہ رہیں...... عورتوں نے بھی بہادری کے جوہر دکھائے' ان میں سے بعض نے تو خیموں کی چوبیں اکھاڑ کر ان سے رومیوں پر حملہ کر دیا۔

رومی بھی جان توڑ کر لڑ رہے تھے' جو مسلمان ان کے قابو میں آ گیا' زندہ نہ بچ سکا' بہت دیر تک لڑائی کا کوئی فیصلہ نہ ہو سکا' شام ہو گئی' لیکن لڑائی بدستور جاری تھی' عکرمہ اور ان کے ہاتھ پر موت کی بیعت کرنے والوں میں سے کوئی بھی اپنی جگہ سے ایک قدم پیچھے نہ ہٹا' یہ لوگ جنگ کے شروع سے اب تک انتہائی جواں مردی سے دشمن کے سامنے ڈٹے رہے اور بڑھ چڑھ کر حملے کرتے رہے...... سورج غروب ہونے پر رومیوں میں کمزوری کے آثار پیدا ہونے لگے اور وہ بھاگنے کے لیے کسی راستے کی تلاش میں تھے' لیکن اس وقت ان کے لیے

فرار کا راستہ نہیں تھا۔

حضرت خالدؓ نے اندازہ لگالیا کہ رومی سواروں کا بھاگنا ان کے ساتھیوں میں اور بھی بزدلی پھیلا دے گا' چنانچہ انہوں نے اپنے ساتھیوں کو ایک طرف ہٹ جانے کا حکم دیا' جب رومی سواروں نے راستہ کھلا دیکھا تو بے تحاشا گھوڑے دوڑاتے ہوئے اس راستے سے نکلتے چلے گئے اور شام کی سرزمین میں بکھر گئے۔

جب میدان رومی سواروں سے خالی ہوگیا تو خالدؓ اپنے سواروں اور پیدل دستوں کو لے کر رومیوں کے پیدل دستوں پر ٹوٹ پڑے اور ان کا صفایا شروع کردیا' رومی اپنی خندق میں گھس گئے' خالدؓ وہاں بھی پہنچ گئے' تو انہوں نے واقوصہ کی گھاٹی کا رخ کیا اکثر رومیوں نے میدان جنگ میں ثابت قدم رہنے کے لیے اپنے پیروں میں بیڑیاں ڈال رکھی تھیں وہ دھڑا دھڑ اس گھاٹی میں گرنے لگے' ایک گرتا تو دس کو ساتھ لے کر گرتا تھا' اندھیرا گہرا ہوتا جارہا تھا اور گھاٹی میں گرنے والوں کے بارے میں پیچھے آنے والوں کو کوئی اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ ان پر کیا گزر رہی ہے' تاریخ کی کتابوں کے مطابق تقریباً ایک لاکھ بیس ہزار رومی اس گھاٹی میں گرے' ان میں سے دس ہزار نے اپنے آپ کو بیڑیوں سے باندھ رکھا تھا' یہ تعداد ان پیدلوں اور سواروں کے علاوہ ہے جو میدان جنگ میں کام آئے' یہ لڑائی دن اور رات کے اکثر حصے میں جاری رہی' صبح ہونے سے پہلے خالدؓ رومی لشکر کے سپہ سالار اعظم کے خیمے تک پہنچ چکے تھے۔

اس جنگ میں ہرقل کا بھائی تذارق بھی مارا گیا' باہان نے بھاگ کر جان بچائی، خالدؓ نے رات کا باقی حصہ تذارق کے خیمے میں گزارا' صبح ہوئی تو جہاں تک نظر جاتی تھی' کسی رومی کا نشان تک نہ تھا' جہاں ہر طرف عالی شان اور بلند و بالا خیموں کی قطاریں نظر آتی تھیں' وہاں اب ہو کا عالم طاری تھا' خیمے موجود تھے' لیکن رومیوں سے خالی' اب ان کی جگہ مسلمان ان میں آرام کر رہے تھے' یہ دیکھ کر حضرت خالدؓ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے...... اور انہوں نے اللہ کے اس عظیم الشان احسان کا شکر ادا کرنے کے لیے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا دیے۔

جنگ یرموک میں مسلمان شہدا کی تعداد بھی کم نہ تھی' اس لڑائی میں تین ہزار مسلمان شہید ہوئے' جن میں بڑے بڑے صحابہ بھی شامل تھے' معرکے کے دوران عکرمہؓ بن ابوجہل اور ان کے بیٹے عمروؓ بن عکرمہ کے جسم تلواروں اور نیزوں سے چھلنی ہو چکے تھے' فتح کے بعد انہیں تذارق کے خیمے میں خالدؓ کے پاس لایا گیا' خالدؓ نے عکرمہؓ کا سر اپنی ران پر اور عمروؓ کا سر پنڈلی پر رکھ لیا اور ان کے چہروں سے مٹی پونچھے اور حلق میں پانی ٹپکانے لگے' اسی عالم میں وہ اپنے خالق حقیقی سے جاملے' ابوسفیان کی آنکھ میں ایک تیر لگ گیا' جسے ابوحثمہ نے نکالا۔

☆☆☆

اس جنگ میں ایک خاص واقعہ یہ پیش آیا' کہ جب گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی تو مدینے سے ایک قاصد محمیہ بن زنیم میدان جنگ میں پہنچا' لوگوں نے

اسے گھیر لیا اور مدینے کے حالات پوچھنے شروع کیے اس نے موقعے کی نزاکت کو دیکھ کر کہا کہ مدینے میں ہر طرح خیریت ہے اور تمہاری امداد کے لیے فوجیں آرہی ہیں' لوگ اسے خالدؓ کے پاس لے گئے ......! اس نے انہیں علیحدگی میں لے جا کر ابوبکرؓ کی وفات کی خبر سنائی اور ایک خط بھی دیا' یہ خط حضرت عمرؓ کی طرف سے تھا اور اس میں انہوں نے خالدؓ کو معزول کر کے ابوعبیدہؓ کو قیادت سنبھالنے کا حکم دیا تھا' خالدؓ نے یہ خط پڑھا اور اسے ترکش میں ڈال لیا تاکہ یہ خبر لشکر میں نہ پھیل جائے' جب خالدؓ نے رومیوں پر فتح حاصل کر لی تو وہ لشکر کی امارت سے الگ ہو گئے اور دوسرے خلیفہ حضرت عمرؓ کے احکام کے مطابق امارت ابوعبیدہؓ کو سونپ دی' یہ جنگ 12ھ میں لڑی گئی۔

☆☆☆

حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں تین بہت اہم کام ہوئے' مرتدوں کا مکمل طور پر خاتمہ' عراق اور شام کی فتوحات جو اس عظیم الشان سلطنت کی بنیاد ثابت ہوئیں۔ جس کی بدولت انسان کو تہذیب و تمدن سے آگاہی حاصل ہوئی اور تیسرے قرآن کریم کو جمع کرنا جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا اور جس نے اپنی روشنی سے دنیا بھر کو روشن کر دیا' لیکن ان تینوں کارناموں میں سے قرآن جمع کرنے کا کام ابوبکرؓ کا سب سے بڑا اور عظیم کارنامہ ہے ...... اور اس سے مسلمانوں اور اسلام کو سب سے زیادہ برکت نصیب ہوئی' تاہم مرتدوں سے

جنگ اور اسلامی سلطنت کا قیام بھی کوئی معمولی کارنامہ نہیں۔ حضرت علیؓ نے ان کے بارے میں فرمایا تھا۔

''اللہ ابوبکرؓ پر رحمت نازل فرمائے' قرآن کریم جمع کرنے کی وجہ سے وہ تمام مسلمانوں سے زیادہ اجر کے حق دار ہیں۔''

☆☆☆

آپ نے صرف ستائیس مہینے خلافت کی' اس مختصری مدت میں ایک لمبے چوڑے علاقے کی خطرناک بغاوت بالکل ختم کر دی گئی' عراق اور شام فتح کر لیے گئے' اتنی بڑی سلطنتوں پر اس قدر جلد قبضہ ایک ایسا عجیب و غریب واقعہ ہے جس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی' آپ پندرہ روز تک بخار میں مبتلا رہنے کے بعد وفات پا گئے' آپ کی بیماری کے دوران حضرت عمرؓ نماز پڑھاتے رہے' ان کے خیال میں حضرت عمرؓ بن خطاب ہی کی ذات ایسی تھی جو ان کے بعد خلافت کا کام سنبھال سکتی تھی' پھر بھی انہوں نے مسلمانوں سے مشورہ لینا ضروری خیال کیا' آخر مشورہ لینے کے بعد عمرؓ کو اپنا جانشین مقرر کرتے ہوئے لوگوں سے فرمایا۔

''میں نے تمہارا امیر اس شخص کو بنایا ہے جو میرے نزدیک تم سب میں بہتر ہے۔''

آپ نے موت سے پہلے یہ وصیت فرمائی۔

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' یہ وہ وصیت ہے جو ابوبکر بن ابوقحافہ نے اس دنیا

سے رخصت اور آخرت کی زندگی میں داخل ہوتے وقت لکھوائی ہے' یہ وہ وقت ہے جب بڑے سے بڑا کافر بھی ایمان لے آتا ہے اور جھوٹے سے جھوٹا شخص بھی سچ بولنے پر مجبور ہو جاتا ہے' میں اپنے بعد عمرؓ بن خطاب کو تمہارا خلیفہ نامزد کرتا ہوں۔ تم ان کے احکامات کی مکمل طور پر پیروی کرنا' میں نے ہر ممکن حد تک تم سے بھلائی کرنے کی کوشش کی ہے' اگر عمرؓ نے عدل و انصاف سے کام لیا تو مجھے ان سے بھی ایسی ہی اُمید ہے' لیکن اگر خدانخواستہ ایسا نہ ہوا تو ہر شخص قیامت کے دن اللہ کے سامنے اپنے برے اعمال کا جواب دہ ہو گا' میں نے اپنے خیال میں تمہاری بھلائی کی تدبیر کی ہے' ورنہ غیب کا علم صرف اللہ کو ہے۔"

☆☆☆

حضرت ابوبکرؓ نے وفات سے پہلے اپنے کفن دفن کے متعلق وصیت فرمائی۔

"مجھے انہی دو کپڑوں میں دفن کر دیا جائے جو میں اس وقت پہنے ہوئے ہوں کیونکہ نئے کپڑے پہننے کا بنیادی حق دار زندہ شخص ہے۔"

آپ کی وفات ۲۱ جمادی الآخر ۱۳ھ بمطابق ۲۲ اگست ۶۳۴ء کو پیر کے دن سورج غروب ہونے کے بعد ہوئی' انہیں اسی رات دفن کر دیا گیا' وفات کے وقت ان کی عمر تریسٹھ برس کی تھی' ان کی وصیت کے مطابق ان کی بیوی اسماء بنت عمیس نے غسل دیا اور ان کے بیٹے عبدالرحمٰن نے جسم پر پانی ڈالا' اس کے بعد ان کی نعش اسی چارپائی پر رکھ کر مسجد نبوی میں لائی گئی' جس پر رسول اللہ ﷺ کا جسم اطہر اٹھا کر قبر میں اتارا گیا تھا' مسجد نبوی میں ان کا جنازہ رسول اللہ ﷺ کے مزار اور منبر کے درمیان رکھا گیا' نماز حضرت عمرؓ نے پڑھائی' اس کے بعد جنازہ عائشہؓ کے حجرے میں لے گئے' جہاں رسول اللہ کے پہلو میں ان کے لیے قبر تیار کی گئی' عمرؓ' عثمانؓ' طلحہؓ' اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر ساتھ گئے۔

آپؓ کو رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں اس طرح دفن کیا گیا کہ ان کا سر رسول اللہ ﷺ کے کندھوں کے متوازی تھا' قبر پر مٹی ڈالنے کے بعد سب لوگ آنسو بہاتے ہوئے حجرے سے باہر نکل آئے اور خلیفہ رسول اللہ ﷺ کو رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں چھوڑ آئے' زندگی بھر دونوں ساتھ رہے...... یہ دوستی مرنے کے بعد بھی ختم نہ ہوئی اور رسول اللہ ﷺ کا سب سے محبوب خادم اپنے آقا کے برابر ہی آرام کر رہا ہے۔

☆☆☆

آپؓ کی وفات سے مدینہ تھرا اُٹھا اور لوگوں پر بے قراری کی حالت طاری ہو گئی' وہی عالم دیکھنے میں آیا جو رسول اللہ کے وفات پانے پر دیکھنے میں آیا تھا' حضرت علیؓ ابن ابی طالب روتے ہوئے آئے اور دروازے پر کھڑے ہو کر کہنے لگے۔

"اے ابوبکرؓ! اللہ تم پر رحم کرے' خدا کی قسم تم پہلے آدمی تھے جس نے

رسول اللہ ﷺ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اسلام قبول کیا تھا' ایمان اور اخلاص میں تمہارا ہم پلہ کوئی نہ تھا' خلوص اور محبت میں تم سب سے بڑھے ہوئے تھے' اخلاق...... قربانی اور بزرگی میں تمہارا ثانی کوئی نہ تھا' جب ساری قوم رسول اللہ ﷺ کی باتوں پر کان دھرنے کو تیار نہیں تھی' تو تم تھے' جو ان پر ایمان لائے' تمہیں اللہ نے اپنی کتاب میں صدیق کے لقب سے سرفراز فرمایا تم ایک پہاڑ کی مانند تھے' جسے تند و تیز آندھیاں بھی اپنی جگہ سے نہ ہٹا سکیں...... اگرچہ تم جسمانی لحاظ سے کمزور تھے' لیکن دینی لحاظ سے جو طاقت تمہیں حاصل تھی' اس کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا تھا۔''

☆☆☆

حضرت عمرؓ میں تو بات کرنے کی ہمت ہی نہ رہی تھی' وہ صرف یہ الفاظ کہہ سکے۔

''اے خلیفہ رسول اللہ ﷺ! تمہاری وفات نے قوم کو سخت مصیبت میں ڈال دیا ہے' ہم تو تمہاری گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے' تمہارے مرتبے کو کس طرح پا سکتے ہیں......''

☆☆☆

خلافت سے پہلے آپ کا مکان سخ میں تھا' وہ بہت معمولی اور دیہاتی طرز

کا تھا اور تھا بھی مدینے سے باہر' اگر وہ چاہتے تو خلافت ملنے کے بعد اس کی حالت درست کرسکتے تھے' لیکن خلافت کے پورے عہد میں مکان جوں کا توں رہا اور اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہ آئی' اس طرح مدینے والا مکان بھی بدستور پہلی حالت میں رہا' خلافت کے بعد چھ مہینے تک وہ روزانہ پیدل سخ سے مدینے آتے تھے' اور کبھی کبھار ہی گھوڑا استعمال کرتے تھے' بعد میں جب کام بہت بڑھ گیا تو سخ کی سکونت ترک کرکے مدینے میں رہنے لگے' کام کی کثرت کے باوجود انہوں نے کبھی اپنے لیے کوئی خادم مقرر نہ کیا' دن کا زیادہ تر حصہ وہ مسجد میں تشریف فرما رہتے اور لوگوں کی شکایات سنتے رہتے' جہاد کے متعلق مختلف ہدایات بھیجتے اور لوگوں کو مشورے دیتے رہتے۔ جب ضروری ہوتا تو ان سے مشورے بھی لیتے' سلطنت کے تمام چھوٹے بڑے مسائل مسجد میں ہی ان کے سامنے پیش کیے جاتے اور وہ وہیں بیٹھے بیٹھے ان کے متعلق احکام صادر فرمادیتے تھے۔

☆☆☆

رسول کریم ﷺ کی پیروی کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ نے عائشہؓ صدیقہ سے پوچھا۔

''بیٹی! کوئی ایسا کام بتاؤ جو رسول اللہ ﷺ کرتے رہے ہوں' اور ابھی تک میں نہ کرسکا ہوں۔''

حضرت عائشہؓ صدیقہ سوچ میں پڑگئیں، آخر بولیں۔

''ایک کام ایسا ضرور ہے جو رسول اللہ ﷺ کرتے رہے ہیں' لیکن آپ نے نہیں کیا اور وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر روز حلوہ تیار کرایا کرتے تھے اور اس طرف لے جایا کرتے تھے۔'' اُنہوں نے اشارے سے سمت بھی بتائی۔

''تو ٹھیک ہے' مجھے بھی حلوہ تیار کر دو...... میں بھی حلوہ لے کر اس طرف جاؤں گا۔'' اُنہوں نے فرمایا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حلوہ تیار کر دیا' آپؓ لے کر اس سمت میں چل پڑے' کچھ معلوم نہیں تھا کہ حلوہ لے کر کہاں جانا ہے' کس کے پاس جانا ہے' مگر رسول اللہ ﷺ کی پیروی کی جو دُھن سوار تھی' وہ انہیں لیے جا رہی تھی' آخر چلتے چلتے ایک پہاڑ تک پہنچے' اس پہاڑ میں ایک غار نظر آیا' غار کے اندر داخل ہوئے تو اندر ایک نہایت ضعیف آدمی بیٹھا نظر آیا' اس کی بھنوؤں کے بال تک سفید ہو چکے تھے' اس قدر کمزور تھا کہ ہل جل بھی نہیں سکتا تھا اور تھا بھی نابینا' حضرت ابوبکرؓ اسے دیکھ کر سمجھ گئے کہ رسول اللہ ﷺ ضرور اسی کے لیے حلوہ لے کر آیا کرتے تھے' آپ نے حلوہ اس بوڑھے کے منہ میں رکھا' تو وہ سر سے پاؤں تک لرز گیا اور تھر تھر کانپتی آواز میں بولا۔

''کیا محمد ﷺ مر گئے؟''

حضرت ابوبکرؓ یہ سن کر دنگ رہ گئے۔ سوچنے لگے' یہ شخص تو نابینا ہے' پھر اسے کیسے پتا چلا کہ رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہو گیا' اُنہوں نے پوچھا۔

''آپ کو کس طرح معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے۔'' بوڑھے نے جواب میں کہا۔

''وہ ہر روز میرے لیے حلوہ تیار کرا کے لایا کرتے تھے' میں اس قدر کمزور ہوں کہ میرے جسم کو ہاتھ چھو بھی جائے تو مجھے ازحد تکلیف ہوتی ہے' اس لیے محمد ﷺ حلوہ اپنی زبان پر رکھ کر میرے منہ میں رکھ دیتے تھے' آج تم نے ہاتھ سے کھلایا تو میں سمجھ گیا کہ محمد ﷺ اب اس دنیا میں نہیں رہے' میں ان کی زندگی میں ان پر ایمان نہیں لایا' لیکن جس نبی کے پیروکار ایسے ہیں' وہ ضرور سچا نبی تھا...... میں کلمہ پڑھتا ہوں۔''

یہ کہہ کر وہ مسلمان ہو گیا۔

☆☆☆

اللہ کی ہزاروں برکتیں اور رحمتیں ہوں' اس مقدس اور پاکباز انسان پر' جس نے اپنی ساری زندگی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اور اسلام کے پھیلانے میں خرچ کر دی' وہ ضعیف تھا' لیکن دین کی راہ میں اس نے بے مثال پختگی کا ثبوت دیا' وہ غریب تھا' لیکن اللہ کے راستے میں اپنا ایک ایک درہم خوش دلی سے خرچ کر دیا' اس کے راستے میں مشکلات کے پہاڑ تھے' لیکن اس کے قدم ڈگمگا نہ سکے اور وہ اسلام کی کشتی کو خوفناک طوفانوں اور ہیبت ناک چٹانوں سے صحیح سلامت نکال لے گیا۔

حضرت ابوبکرؓ کے کارناموں کو آنے والی نسلیں فراموش نہ کر سکیں گی اور قیامت تک ان پر سلام بھیجنے والے پیدا ہوتے رہیں گے' ہم بھی ان کی مقدس اور پاک روح پر ہزاروں سلام بھیجتے ہیں اور اللہ کے حضور دعا کرتے ہیں کہ وہ ہم میں پھر صدیق اکبرؓ جیسا انسان عطا فرما' جس کی بدولت اسلام کی کشتی ایک بار پھر کنارے جا لگے۔

☆☆☆

آپؓ کے ارشادات میں چند ایک یہ ہیں

☆ سو درہم میں اڑہائی درہم بخیلوں اور دنیا داروں کی زکوٰۃ ہے اور صدیقوں کی زکوٰۃ تمام مال کا صدقہ کر دینا ہے۔

☆ گناہ سے توبہ کرنا ضروری ہے' لیکن گناہ سے بچنا اس سے بھی زیادہ ضروری ہے۔

☆ شرم مردوں کے لیے خوب ہے' لیکن عورتوں کے لیے خوب تر ہے۔

☆ بڑھاپے میں توبہ کرنا اچھا ہے' لیکن جوانی میں توبہ کرنا اس سے کہیں بہتر ہے۔

☆ امیر آدمی اگر بخشش کرے تو خوب ہے' لیکن اگر غریب آدمی بخشش کرے تو یہ خوب تر ہے۔

☆ امیر اگر دوسرے کی خاطر تواضع کرے تو یہ خوب ہے' لیکن غریب خاطر تواضع کرے تو یہ خوب تر ہے۔

☆ جسے رونے کی طاقت نہ ہو وہ رونے والوں پر رحم ہی کیا کرے۔

☆ زبان کو شکوہ اور شکایت کرنے سے روک' خوشی کی زندگی عطا ہوگی۔

☆ اس دن پر رو' جو تیری عمر کا گزر گیا اور تو نے اس میں کوئی نیکی نہیں کی۔

☆ ہر چیز کے ثواب کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے' لیکن صبر کے ثواب کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا' یعنی بے اندازہ ثواب ملتا ہے۔

☆ جو مومن شکر کرتا ہے وہ عافیت سے قریب تر ہے۔

☆ کافروں سے جنگ کرنا چھوٹا جہاد ہے' اپنے نفس سے لڑنا بڑا جہاد' اور نفس سے لڑنے کا مطلب ہے دنیاوی خواہشات سے پرہیز کرنا۔

☆ جتنا کوئی عالم ہوگا' اتنا ہی خدا سے ڈرے گا' جتنا کوئی خدا سے کم ڈرے گا وہ اتنا ہی جاہل ہوگا۔

☆ لوگوں کی تکلیف کو خود اٹھا لینا ہی سخاوت ہے۔

☆ تو دنیا میں رہنے کے سامان کر رہا ہے اور دنیا تجھے نکالنے میں لگی ہے۔

☆ جس کا سرمایہ دنیا ہے' اس کے دین کا نقصان بیان سے باہر ہے۔

☆ میت پر رونے والوں سے فرماتے' صبر میں کوئی مصیبت نہیں اور رونے میں کوئی فائدہ نہیں' رسول خدا ﷺ کی وفات کو یاد کرو تو تمہیں اپنی مصیبت بہت کم معلوم ہوگی۔

☆ جو شخص اسلام کے لئے مصیبتیں جھیلتے ہوئے مر گیا' وہ بہت خوش نصیب تھا۔

☆ کاش میں کسی مومن کے سینے کا ایک بال ہی ہوتا۔

☆ لوگو! خدا تعالیٰ سے شرم کرو' اپنے کاموں میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر ڈرتے اور شرم کرتے رہو۔

☆ گفتگو مختصر کرو' بات چیت اتنی ہی مفید ہوتی ہے' جسے آسانی سے سنا جا سکے' لمبی گفتگو کا کچھ حصہ ذہنوں سے ضائع ہو جاتا ہے۔

☆ خالدؓ بن ولید سپہ سالار کو ہدایت کرتے ہوئے فرمایا۔ ''عزت اور شان و شوکت سے بھاگو گے' تو وہ تمہارے پیچھے بھاگے گی اور موت سے نہ ڈرو' تاکہ تمہیں ہمیشہ کی زندگی بخشی جائے۔

☆ علم پیغمبروں کی میراث ہے اور مال کفار' فرعون اور قارون وغیرہ کی۔

☆ صبح سویرے اگر پرندے تجھ سے پہلے بیدار ہوتے ہیں تو یہ تیرے لیے شرمندگی کی بات ہے۔

☆ وہ عالم اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں جو امیروں کے پاس جاتے ہیں اور وہ

امیر حق تعالیٰ کے دوست ہیں جو عالموں کے پاس جاتے ہیں۔

☆ آپؓ زبان کی نوک کو بار بار پکڑتے اور فرماتے: ''اس نے مجھے بہت جگہ پھنسایا ہے۔''

☆ اُونٹ کی مہار گر جاتی تو خود اتر کر اُٹھاتے' دوسرے سے کہنا ایسا سمجھتے جیسے اس سے سوال کیا ہے۔

☆ کاش میں درخت ہوتا اور اسے کاٹ کر کھا لیا جاتا' یہ بات آپ اس لیے فرمایا کرتے تھے کہ آپ پر اللہ کا خوف اور غم کی کیفیت سوار رہتی تھی۔

☆ میری نصیحت قبول کرنے والا موت سے زیادہ کسی چیز کو پسند نہ کرے۔

☆ وہ لوگ بہتر نہیں ہیں جو دنیا کو آخرت کے لیے چھوڑ دیتے ہیں' بلکہ بہتر وہ ہیں جو دنیا اور آخرت دونوں کو لیتے ہیں۔

☆ پرانے گناہوں کو نئی نیکیوں سے مٹاؤ۔

☆ جو اللہ تعالیٰ کے کاموں میں لگ جاتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے کاموں میں لگ جاتے ہیں۔

☆ مومن کو اتنا علم کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے۔

☆ مصیبت کی جڑ کی بنیاد انسان کی گفتگو ہے۔

☆ بُروں کی صحبت سے تنہائی بدرجہا بہتر ہے اور تنہائی سے صالح لوگوں کی

صحبت بدرجہا بہتر ہے۔

☆ اگر کوئی نیکی کسی وجہ سے رہ جائے تو اسے حاصل کرنے کی کوشش کرو اور اگر اسے پا لو تو آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔

☆ جس پر نصیحت اثر نہ کرے' جان لے اس کا دل ایمان سے خالی ہے۔

☆ برائی آنکھوں کے راستے دل تک جاتی ہے' آنکھ بند کر لے' تمام آفتوں سے محفوظ ہو جائے گا۔

☆ سائل کو سوال کرنے سے پہلے دے' اگر سوال کرنے پر دیا تو اس سے دوگنی آبرو تو نے اس کی لے لی۔

☆ انسان کمزور ہے' تعجب ہے وہ قوت والے خدا کی کیوں نافرمانی کرتا ہے۔

☆ موت سے محبت کرو تو زندگی عطا کی جائے گی۔

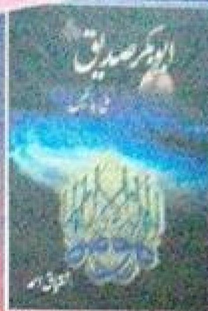
☆ بدبخت ہے وہ شخص جو خود تو مر جائے اور اس کا گناہ نہ مرے' یعنی کوئی برا کام کر جائے' مثلاً کوئی کھوٹا سکہ بنانا' بُرا کھیل جاری کرنا' بُری کتاب کی اشاعت کرنا۔

آپؓ کی اولیات

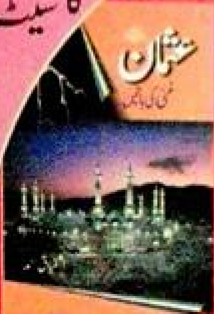
☆ سب سے پہلے اسلام قبول کیا' سب سے اول قرآن مجید کو یکجا جمع کر کے اس کا نام مصحف رکھا' کفار کے ساتھ سب سے پہلے آپؓ نے جہاد کیا' سب سے پہلے خلیفہ بنے' آپؓ کو اپنے باپ کی زندگی میں خلافت ملی' سب سے پہلے آپؓ نے اپنا جانشین مقرر فرمایا' سب سے پہلے آپؓ نے ہی مسجد بنوائی' سب سے پہلے آپؓ ہی کو لقب صدیق عطا ہوا۔

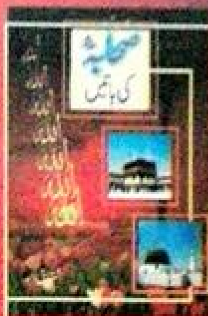
☆ حالت کفر میں بھی آپؓ نہایت سخی تھے' جس قدر آمدنی ہوتی' غرباء مساکین کو کھلا دیتے' حالت کفر میں بھی کبھی شراب نہ پی' جوا نہ کھیلا' زنا اور بت پرستی سے محفوظ رہے۔

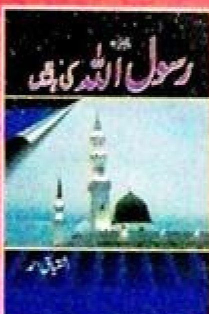
معروف مصنف اشتیاق احمد کی
8 خوبصورت
کتابوں
کا سیٹ

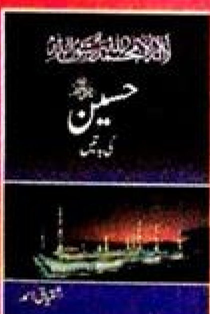


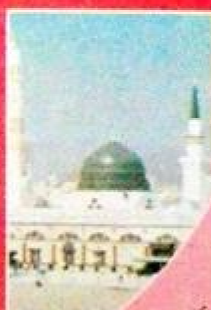


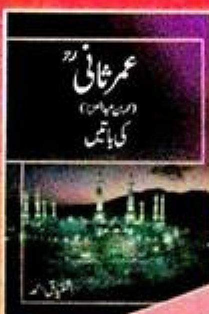


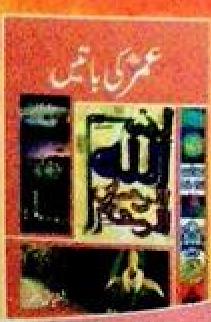












شائع کردہ
نواب سنز پبلی کیشنز
اقبال روڈ، کمیٹی چوک راولپنڈی